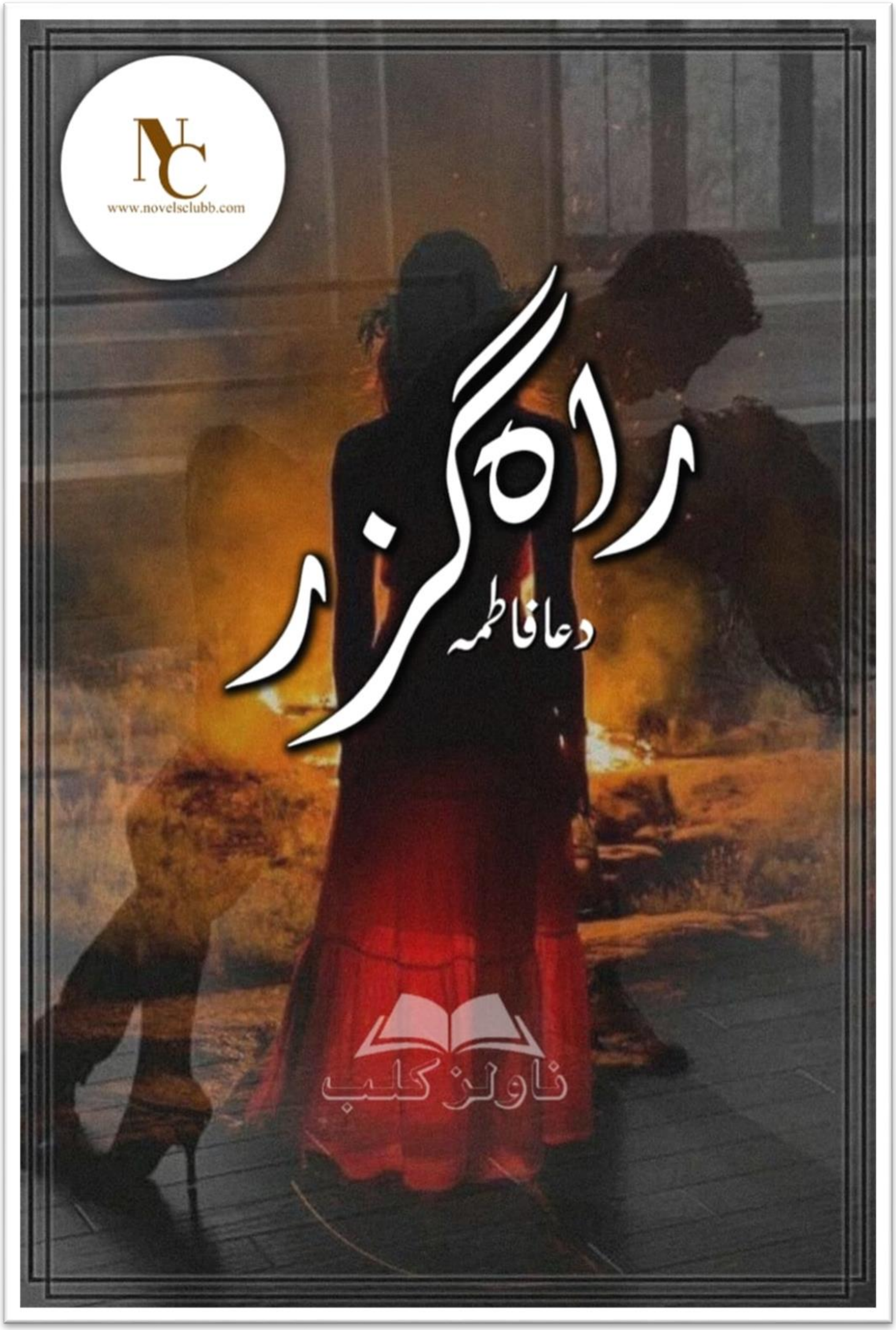
NC
www.novelsclubb.com
راہ گزر
دعا فاطمہ
ناولز کلب

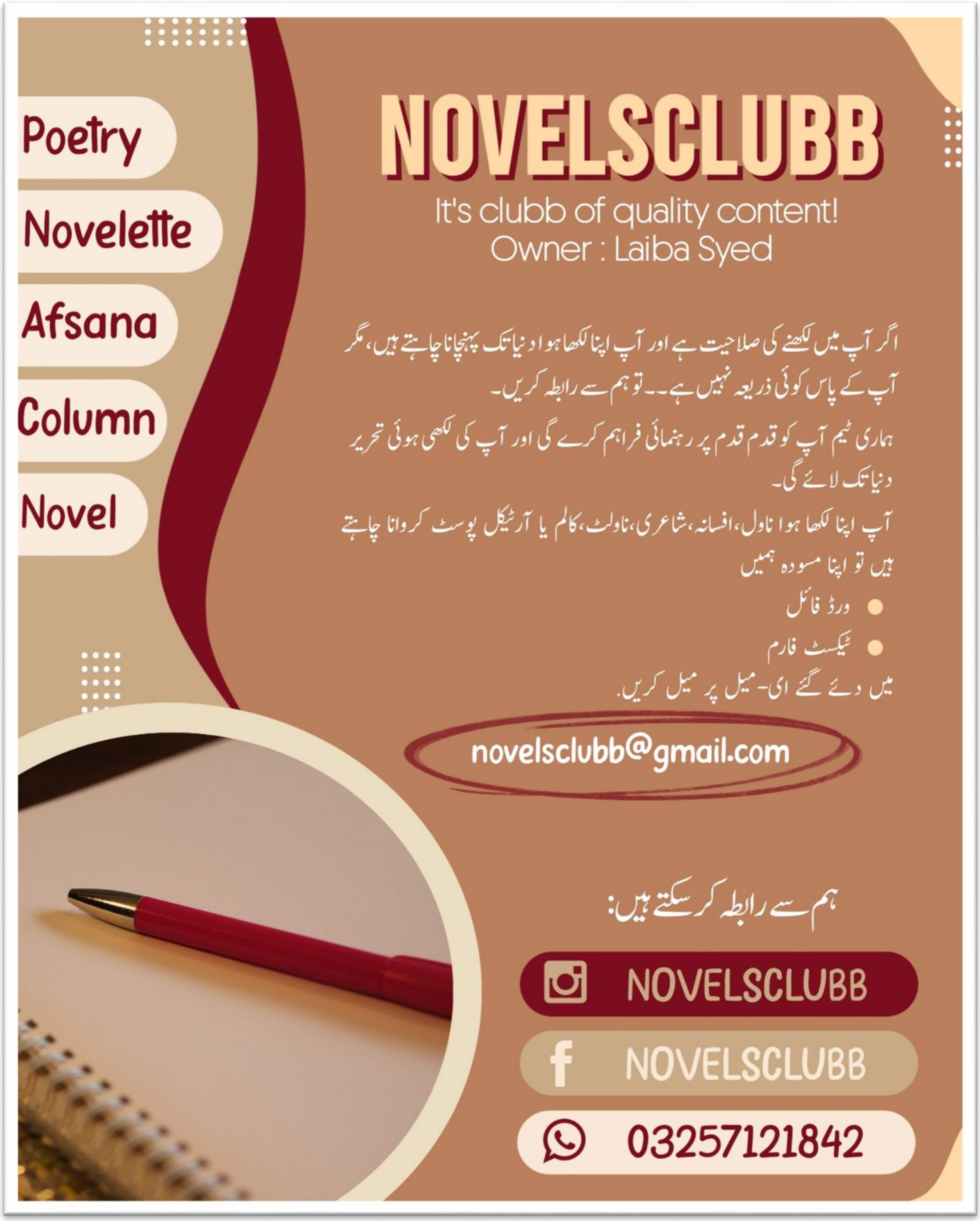

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

راہ گزر

از قلم

دعا فاطمہ

www.novelsclubb.com

انتساب

میری زندگی اور اس کی تلخیوں کے نام۔۔۔زندگی کے حقیقی چہرے کے نام۔۔۔زندگی کی تلخ گہرائیوں کے نام!

www.novelsclubb.com

پیش لفظ

یہ کہانی ہے ایمان زاویار کی۔۔۔اس ایمان زاویار کی جو زندگی کے شروع ہوتے ہی اس کی تلخیوں سے جا ملتی ہے۔اس ایمان زایار کی جو زندگی گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنا ایمان کھو بیٹھتی ہے۔اس ایمان زاویار کی جس کی زندگی کی تلخیاں ہی اسے اس کا امیان واپس لوٹاتی ہیں۔اس ایمان زاویار کی جو صرف اپنے آپ کے ساتھ اس دنیا میں اکیلی رہ جاتی ہے۔

کہانی ہے زندگی کی۔اس زندگی کی جو اپنا خوبصورت نقاب اتار پھینکتی ہے۔اس زندگی کی جس کی بدصورت حقیقت سامنے آتی ہے۔اس زندگی کی جو انسان کو چاروں اور سے گھیرے اس کو تنہا کر ڈالتی ہے۔

کہانی ہے راتوں کو رونے والوں کی، کہانی ہے سسکنے والوں کی، کہانی ہے اکیلے رہ جانے والوں کی۔۔۔

www.novelsclubb.com

کہانی ہے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غرّانے والے رمیص جہانزیب کی۔۔۔

کہانی ہے دور پردیس میں کہیں کھو جانے والے ارتضی مراد کی۔۔۔

داستان ہے غزل ارشد کی۔۔۔داستان ہے ایمان زاویار کی۔۔۔

اس کہانی کی سب سے ڈیزرونگ لکھاری میری نانی ہیں جنہوں نے میری تھیم سن کر ایک ہی بار میں مجھے میری کہانی کا نام بتا کر مجھے میری ناول کا پلاٹ، کلائمیکس اور اختتام تھما دیا۔ میری کہانی کو ایک نیا رخ بخشا۔ ارشد شریف شہید کی سوانح عمری کچھ الگ لفظوں میں بیان کر کے میں نے ایک اور تھیم کو اس ناول کا حصّہ بنایا ہے۔ سب سے آخر میں میری پوری کوشش ہے کہ میں اپنے ذہن میں قائم ہوئے اسباق کو باآسانی اس ناول کے ذریعے آپ تک پہنچا سکوں۔

والسلام

دعا فاطمہ

www.novelsclubb.com

راہ گزر

قسط8

کبھی تار تار سا وجود، کبھی کیفیت بے قرار سی

کبھی وقت کے در پر کھڑے، اس راہ گیر کی واپسی

طائر جو اڑ نہ سکا، ناری جو ڈھل سی گئی

کبھی آنسوؤں کے درمیان، مسکان جیسے ہے گھلی

جیسے پیکرِ ہست کے ہر اک، منفذ سے اک گونج اٹھی

ہاں ختم وہ حسرت ہوئی، وہ عار اور وہ خستگی

www.novelsclubb.com

جیسے ماضی کے کسی ورق پر، پھیلی روشنائی سی

اک کھوج کے طریق میں، دریافت ہو میری خودی

جیسے پھر اختتام میں، طائر کو اک نئی پرواز

ناری کو اپنا آپ، ماضی کو اس کا حال،

حسرت سے اک مقام، اور واپسی کی راہ ملی

(از خود)

www.novelsclubb.com

★★★

ڈگری مکمل کرنے کے بعد زید پاکستان واپس آگیا تھا مگر اس کا ارادہ ہمیشہ کے لیے وہیں سیٹل ہونے کا تھا۔اس کو وہاں جاب آفر ہوئی تھی۔رہائش بھی دی جارہی تھی۔اس نے رمیص سے

اس بات کا ذکر کیا تو رمیص چند پلوں کے لیے خاموش سا ہو گیا۔اس بھری دنیا میں ان دونوں کے پاس محض ایک دوسرے کا ساتھ ہی تو تھا،اب جب وہ یہاں سے چلا جانا چاہتا تھا تو رمیص کا جی چاہا کہ اسے روک لے۔ خود سے دور نہ جانے دے۔ مگر اس نے اس سے صرف سمجھ کر سر ہلا دیا تھا۔وہ کسی بھی رشتے یا تعلق میں زبردستی کا قائل نہیں تھا۔

جب زید چلا گیا تو نجانے کتنے کتنے دن تک دونوں کی بات نہیں ہوتی تھی۔رمیص گھنٹوں اس کی کال کے انتظار میں فون کو تکتے گزار دیتا۔یا کبھی اپنے بھیجے میسج کے جواب کا منتظر ہر کچھ لمحات بعد موبائل چیک کرتا۔زید کبھی خود سے رابطہ نہیں کیا کرتا تھا۔رمیص جب گھر لوٹتا تو خالی گھر اسے منہ چڑا رہا ہوتا۔فیضان بھی ملک سے باہر تھا،ایسے میں وہ تنہا زندگی گزارتے تھک چکا تھا۔

اسے یوں اکیلے رہتے تین سال ہونے کو آئے تھے جب زندگی نے اسے غزل ارشد سے ملوایا تھا۔وہ اس کے شو کی ڈائریکٹر تھی۔نہایت سلجھی ہوئی، باوقار، باسلیقہ۔۔۔وہ پہلی بار اسے دیکھنے کے بعد کتنے ہی دن اسے سوچتا رہا تھا۔اسے آج سے پہلے کبھی یوں کسی انسان نے اپنی جانب

www.novelsclubb.com

متوجہ نہیں کیا تھا۔اور پھر اس کا انٹرویو کے لیے آنا،اس کا شو ڈائریکٹ کرنا۔۔۔سب جیسے ایک طے شدہ مصلحت کے تحت ہوتا جا رہا تھا۔وہ محسوس کر سکتا تھا،نگاہوں کے سامنے اللہ کو راستے بناتا دیکھ سکتا تھا۔

جب ان دونوں کی تصاویر ہر سو وائرل ہوئیں تو اسے اپنی ریپوٹیشن کی فکر نہیں تھی۔اسے بس فکر تھی تو غزل کی۔اس رات جب اسے ارشد صاحب کی کال ریسیو ہوئی،اس کے اگلے ہی روز ارشد صاحب پاکستان میں موجود تھے۔جس وقت انہوں نے اسے کال کی تھی،تب وہ جہاز میں موجود تھے۔انہوں نے کال پر اسے بس ایک کیفے میں ان سے ملنے کا کہا تھا۔

چڑھتے دن کے سمے ہر شے روشنی میں نہائی ہوئی تھی۔شیشوں اور لکڑی سے سجے اس کیفے کے باہر رمیص کی گاڑی رکی تو وہ دروازہ بند کرتا باہر نکل آیا۔چند گہرے سانس لے کر اس نے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔اندر ایک کونے والی میز پر ارشد صاحب بیٹھے تھے۔سرمئی رنگ کے سوٹ میں ملبوس،رعب دار شخصیت کے مالک وہ لگ بھگ پچاس سال کے لگتے تھے۔وہ انہیں پہلے ٹی وی پر دیکھ چکا تھا سو فوراً پہچان گیا۔انہوں نے اسے جونہی دیکھا،فوراً سے کوٹ جھٹکتے

www.novelsclubb.com

کھڑے ہو گئے۔ان کے قریب پہنچ کر اس نے سر کو ذرا سا خم دیتے مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا جو انہوں نے سرعت سے تھام لیا۔

"کیسے ہو، رمیص جہانزیب؟"، وہ بیٹھ کر ایک ہاتھ صوفے کی پشت پر پھیلاتے ہوئے سنجیدگی سے بولے تو رمیص مسکرایا۔

"ٹھیک الحمداللہ آپ کیسے ہیں، سر؟"

"ٹھیک ہوں، اللہ کا شکر۔"، علیک سلیک کے بعد وہ سیدھے مدعے پر آئے۔

"رمیص جہانزیب، میری بیٹی تمہاری دشمنی کی بھینٹ چڑھ گئی۔"، انہوں نے بغیر کسی لگی لپٹی کے کہا تو وہ پل بھر کو خاموش ہوا۔وہ اب بھی کہہ ہی رہے تھے۔"وہ خود کو دنیا کی نظر سے چھپا کر رکھتی تھی۔تم نے تو اس کی ساری ریاضت ایک جھٹکے میں ضائع کر دی۔"

رمیص کے گلے میں گلٹی ڈوب کر ابھری۔

www.novelsclubb.com

"جس نے بھی یہ سب کیا ہے، میں اس سے بخوبی واقف ہوں۔ سارا ملک جانتا ہے کہ یہ ایک سازش ہے۔"، وہ اب کے سر اٹھائے مدھم لہجے میں کہتا جا رہا تھا۔ ارشد صاحب حد درجہ سنجیدہ تھے۔ "مگر۔۔۔"

اس نے چند پلوں کا توقف کیا۔

"اگر میں آپ سے کہوں کہ میں غزل ارشد سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو؟"، ارشد صاحب حق دق سے اس کا چہرہ دیکھے گئے۔ یہ ایک دم سے یہ بات کہاں سے نکل آئی تھی؟ اس نے اتنے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ ان کو اپنے دماغ پر شبہ ہونے لگا۔ کئی لمحات ساکت رہنے کے بعد وہ بالآخر کچھ کہنے کے قابل ہوئے۔

www.novelsclubb.com

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میری بیٹی پر ترس کھا رہے ہو؟ وہ کوئی گری پڑی نہیں ہے کہ تم اس کی عزت بچانے کو اس پر ترس کھا کر اس سے شادی کر لو گے۔۔۔"، ابھی وہ مزید بولتے ہی کہ رمیص سر جھٹک کر تلخی سے ہنس پڑا تھا۔

"میں اسے گری پڑی نہیں سمجھتا مگر کیا آپ نے مجھے اتنا گرا پڑا سمجھ لیا ہے؟ اگر کل وہ سب نہ ہوتا، تب بھی میں آپ سے جب بھی پہلی بار ملتا، یہی بات کہتا۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ میں آپ کی بیٹی سے شادی کر لوں گا، اس کی عزت بچانے کی خاطر۔۔۔ میں نے آپ سے کہا کہ میں آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ کیا دونوں میں زمین آسمان کا فرق نہیں؟"، ارشد صاحب لاجواب ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ ہنکارا بھرتے سیدھے ہو بیٹھے۔ اب کے ان کا لہجہ ذرا دھیما تھا۔

"کیا تم اسے پسند کرتے ہو؟ کیا اسے اس بارے میں معلوم ہے؟"

رمیص نے گردن کو نفی میں جنبش دی تھی۔

www.novelsclubb.com

"اسے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"، ارشد صاحب نے پر سوچ انداز میں اسے دیکھتے ٹھوڑی انگلی سے مسلی۔ وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھا۔ کتنی بے خوفی تھی اس کے انداز میں۔

"میں اس سے پوچھ کر جواب دوں گا تمہیں۔"، وہ اسے اسی انداز میں دیکھتے ہوئے ہولے سے بولے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

ان کے جانے کے بعد بھی وہ کافی دیر تک یونہی بیٹھا رہا تھا۔

***

"آپ نے بابا سے کہا ہے کہ آپ مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں؟"، وہ بے حد بے یقینی سے فون کے اس پار کہہ رہی تھی۔

"جی۔"، وہ تابعداری سے بولا۔ غزل اس کے اس قدر سیدھے جواب پر پل بھر کو چپ ہوئی۔

"یہ خیال کیسے آیا آپ کے ذہن میں؟ مجھ پر ترس کھا رہے ہیں آپ؟ اگر ہاں، تو جان لیں کہ میں کوئی گری پڑی لڑکی نہیں ہوں جس کو۔۔۔"، ابھی وہ مزید کہتی ہی کہ وہ افسوس سے بول پڑا تھا۔

"چچ چچ چچ۔۔۔ اپنے بابا پر گئی ہیں آپ بالکل۔"، اس کی اس بے سر و پیر کی بات پر وہ حیران ہوئی۔

"اس بات کا یہاں کیا مطلب ؟"، وہ ذرا غصے سے بولی تو وہ ہنس پڑا۔

"غزل ارشد۔ آپ کو یاد ہے میں نے آپ سے اسٹوڈیو میں کیا کہا تھا؟"، اور وہ دھیرے دھیرے ساکت ہوتی چلی گئی۔ "ایک بار پھر سے دہراتا ہوں۔"

"میں بہت اچھا اور شریف لڑکا ہوں۔۔۔ سمجھدار، ایمان دار، ڈیئرنگ اور بہادر بھی۔ کیا آج آپ بتائیں گی کہ میرے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"، وہ سادگی سے مسکراتا بول رہا تھا اور اگلی جانب وہ جیسے ڈھے جانے کے سے انداز میں پلنگ پر گر گئی تھی۔

"آپ مجھ پر بھروسہ کر کے تو دیکھیں۔ بھلے ہی آپ مجھے زیادہ عرصے سے نہیں جانتیں، مگر جتنا جانتی ہیں، کیا وہ کافی نہیں؟"، وہ کیوں ایسے سوال کر رہا تھا جن کے جواب اس کے پاس نہیں تھے۔

"کیا آپ نے اس دن سوچا تھا کہ میں آپ کو کیسا لگتا ہوں ؟"، اب کے وہ ذرا اشتیاق سے پوچھ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"جی۔"، بے اختیار ہی اس کی زبان سے پھسلا تو اس کی مسکراہٹ ذرا گہری ہوئی۔ اب وہ ذرا رک رک کر کہہ رہی تھی۔

"مجھے آپ اچھے انسان لگتے ہیں۔۔۔ مگر آپ کو میں ایک بات کلیئر کرنا چاہتی تھی۔۔۔ اس دن ذوالفقار صاحب کے ساتھ جو مسئلہ ہوا تھا، میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر روکا تھا۔"، وہ چند پل خاموش ہوئی۔ رمیص اس کی اگلی بات بھانپ گیا تھا۔ "وہ ایک نہایت بے اختیاری میں کیا گیا عمل تھا۔ میں نے اللہ سے معافی مانگ لی ہے۔ اب آپ سے بھی مانگنا چاہتی ہوں کہ آپ کی باؤنڈری کراس کی۔"

"میں نے آپ کی معافی قبول کی۔۔۔ اب کیا آپ میرا رشتہ قبول کریں گی؟"، وہ سر کے نیچے بازو قینچی کی صورت رکھتا مزے سے بولا تو اگلی طرف اس نے جیسے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"اگر آپ یہ بات ان حالات میں نہ کہتے، میں تب بھی رضامندی ظاہر کرتی۔"، اور رمیص جہانزیب کا دل سرشار ہوا تھا۔ خوشی سے جھومنے کی کسر رہ گئی تھی بس۔

***

ارشد صاحب کے فلیٹ میں موجود لاؤنج میں اس وقت چند لوگ براجمان تھے۔ایک جانب رکھے صوفے پر رمیس قاضی صاحب کے برابر میں بیٹھا تھا تو سامنے صوفے پر رؤوف صاحب اور ارشد بیٹھے تھے۔ساتھ ہی زارا کا شوہر، اکبر بھی موجود تھا۔لاؤنج سے منسلک کمرے کے اندر جھانکیں تو پلنگ پر غزل سر جھکائے بیٹھی تھی۔اس نے ایک بڑی چادر اپنے چہرے پر آگے کو گرا رکھی تھی۔اس کے برابر میں ہی زارا اور اس کی والدہ بیٹھی تھیں۔سب اتنا جلدی جلدی میں ہو رہا تھا کہ ٹھہر کر دیکھنے کا وقت ہی نہ تھا کہ یہ آخر ہو کیا رہا ہے۔

ایجاب و قبول کے بعد سب باری باری کر کے جاتے گئے۔ارشد صاحب کی کچھ دیر میں واپسی کے لیے فلائٹ تھی۔وہ کمرے میں بیٹھی عجیب کیفیت کا شکار تھی۔

www.novelsclubb.com

لاؤنج میں ایک دوسرے کے مقابل ارشد اور رمیس بیٹھے تھے۔پورا گھر گہری خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔تب ہی ارشد کی آواز نے خاموشی میں ارتعاش پیدا کیا۔

"میں نے اپنی بیٹی تمہاری امانت میں دی۔ حالانکہ میں تمہیں اتنا نہیں جانتا۔۔۔ مگر نجانے کیوں دل نے تمہیں قبول کر لیا ہے۔"، وہ اپنے ازلی رعب دار انداز میں بولے تو رمیص ہلکا سا مسکرا دیا۔ پھر سر ہلاتا ذرا قریب ہوا۔

"میری ماں کے بعد غزل میری زندگی میں آنے والی پہلی عورت ہے۔ میں آپ سے بڑے بڑے وعدے نہیں کروں گا۔۔۔ مگر آپ اپنی بیٹی کی زندگی میرے ساتھ اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ میں اسے کسی قدم پر اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔ جب تک یہ سانسیں میرے اندر ہیں، میری پوری کوشش ہوگی کہ اس کے دل کو ہر طرح سکون پہنچاؤں۔ میں نے یتیمی میں زندگی گزاری ہے۔ میں اپنے بچوں کو ہر وہ خوشی دینے کی کوشش کروں گا جو مجھے نہ مل سکی۔"، ابھی ارشد کچھ کہتے ہی کہ وہ بول پڑا۔ "اور ہاں، یہ وعدے نہیں ہیں، ارشد صاحب۔ یہ میرے goals ہیں اپنی شادی شدہ زندگی کے لیے۔"، بولتے ہوئے وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "چلتا ہوں اب۔"

www.novelsclubb.com

"غزل سے نہیں ملو گے ؟"،ارشد بے اختیار بولے تو اس نے نگاہیں موڑ کر کمرے کے ادھ بند دروازے کو دیکھا تھا۔پھر اس نے سر جھکا کر مسکراہٹ دبائی۔

"ان سے جو باتیں کہنی تھیں،وہ تو کہہ دیں۔اور انہوں نے سن بھی لیں۔"،وہ یونہی دروازے کی درز کو دیکھتا بولا تو دروازے کے پاس کھڑی غزل پہلی فرصت میں پیچھے ہوتی پلنگ پر بیٹھی تھی۔اف!اس نے دیکھ لیا تھا کیا؟

"میں کل پریس کانفرنس کے بعد ان سے ملنے آؤں گا جب ساری دنیا کے منہ بند کر چکا ہوں گا۔خیال رکھیے گا،ارشد صاحب۔"،بولتے ہوئے وہ جانے کے لیے مڑا تو وہ پیچھے سے پکارے۔

"بابا کہو مجھے۔ارشد صاحب فارمل لگ رہا ہے بہت۔"،وہ اس کے پیچھے آتے،ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے مسکرا کر بولے تو وہ بھی ایک مسکراہٹ ان کی جانب اچھالتا،سر کو خم دیتا وہاں سے چلا گیا۔

***

www.novelsclubb.com

تیز برستی بارش میں رمیص جہانزیب کے گھر کا لان خوب ہرا بھرا لگ رہا تھا۔لان کے تمام پھول پودے بارش میں دھل کر جیسے جی اٹھے تھے۔ایک جانب بنے چھجے تلے رمیص کھڑا مسکرا کر سامنے ثمرین کے ساتھ کھیلتے ارحم کو دیکھ رہا تھا۔گیلے بال پیچھے کو کر رکھے تھے۔وہ بارش میں نہا کر اب کپڑے تبدیل کیے فریش ہو گیا تھا۔سنہری آنکھوں میں زندگی سے بھرپور مسکراہٹ چمک رہی تھی۔

جبھی اندر سے غزل باہر آتی دکھائی دی تھی۔اس نے لمبے سیاہ گیلے بال پشت پر کھول رکھے تھے۔ چائے کے دو کپ لیے وہ اسی کی جانب بڑھ آئی۔اس کی طرف کپ بڑھایا تو مسکرا کر اس نے کپ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور چہرہ پھر سے ارحم اور ثمرین کی جانب موڑ لیا۔چائے کا پہلا سپ لیتے ہی اس نے غزل کو دیکھا۔وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کیا جادو ہے آپ کے ہاتھوں میں! منہ میں چاشنی گھل گئی۔"، مسکراتے ہوئے وہ کتنا اچھا لگتا تھا ناں!

"ٹیلنٹ ہے بس۔"، غزل نے شانوں سے اندیکھی گرد جھاڑی تھی۔وہ مسکرا دیا۔

www.novelsclubb.com

"صحیح بات ہے۔خوبصورت لوگ ویسے بھی زیادہ ٹیلنٹڈ ہوتے ہیں۔"،وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا تو غزل یکدم ہی ہنس پڑی۔

"یہ بارش کے موسم میں لوگ زیادہ رومانٹک کیوں ہو جاتے ہیں؟"،اس نے لہجے میں شرارت سموئے کہا تو رمیص اب کے فرصت سے اس کی جانب گھوما۔

"لوگوں سے مراد میں ہوں کیا؟اگر میں ہوں تو معذرت کے ساتھ،میں صرف بارش کے موسم میں رومانٹک نہیں ہوتا۔"،وہ اس کی جانب چہرہ ہلکا سا جھکائے ہوئے تھا۔لبوں پر مسکراہٹ روک رکھی تھی۔اس نے غزل کے چہرے کے بدلتے رنگ نہایت فرصت سے ملاحظہ فرمائے تھے۔وہ ایک جھٹکے سے آگے ہوئی اور اگلے ہی پل اس کے پیر پر پیر رکھا۔وہ بے اختیار کراہا۔

"شرم تو تم کو چھو کر گزری ہی نہیں بالکل بھی۔ہے ناں؟پیدائشی بے شرم جو ٹھہرے۔"،وہ دانت پیستے ہوئے بولی تو رمیص نے خفگی سے اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں تو اپنی بیوی سے کہہ رہا ہوں جو کہہ رہا ہوں۔ کسی اور سے تو نہیں کہا ناں۔ تم سے نہ کہوں تو پھر کیا رؤوف صاحب سے کہوں؟"، وہ جلے بھنے انداز میں بولا تو غزل نے افسوس سے سر نفی میں ہلایا۔ اگلے ہی پل رمیص نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ تھاما تھا۔ اپنی چائے وہ ختم کر چکا تھا۔

"بس گئی میری چائے۔"، وہ منہ پھولا کر بولی تو رمیص نے بھنویں سکیڑیں۔

"یہ ہم دونوں میں میرا تیرا کب سے آگیا؟ ویسے بھی sharing is caring۔"، چائے کی چسکی لیتے ہوئے وہ مزے سے بولا تھا۔ بہت کوشش کے باوجود بھی غزل اپنی مسکراہٹ نہ روک سکی تھی۔ بے ساختہ اس کے شانے پر چپت لگائی۔

"تھوڑی کیئرنگ تم بھی کر لیا کرو کبھی۔ بھوکے انسان۔"

"مگر شیئرنگ تو امیر لوگ ہی کرتے ہیں ناں۔ اور میں تو تمہارے جتنا امیر نہیں ہوں بھئی۔"،

وہ دوسرا کپ بھی خالی کر کے پیچھے میز پر رکھ چکا تھا۔ غزل نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میں ہوں تمہارے پاس۔ پھر بھی کہتے ہو کہ امیر نہیں؟"، وہ سینے پر بازو لپیٹ کر بولی تو وہ مسکرا دیا۔

"میرے پاس تم ہو تو میں امیر ہوں۔ تمہارے پاس میں ہوں تو تم ماہا امیر ہو، ڈیئر وائف۔"، وہ سینے پر ہاتھ رکھتے ہولے سے سر کو خم دیئے بولا تو غزل لاجواب ہو کر ہنس پڑی۔ کون جیتتا اس سے باتوں میں؟ اس کے پاس باتیں کبھی ختم ہی نہیں ہوتی تھیں۔

***

رات کے پہر گھر میں گہری خاموشی چھائی تھی مگر اس خاموشی میں خلل کچن سے اٹھتی اٹھا پٹخ کی آوازیں ڈال رہی تھیں۔ کچن کا منظر کچھ یوں تھا کہ چولہے کے سامنے وہ دونوں کھڑے تھے۔ چولہوں پر دو پتیلیاں رکھی تھیں جن میں چائے ابل رہی تھی۔ مگر سوال یہ تھا کہ دو پتیلیوں میں چائے کیوں بن رہی تھی؟ ذرا قریب جا کر سنیں تو ان کی باتیں کانوں میں پڑیں۔

"دیکھ لینا، مس غزل۔ میری چائے ہی زیادہ اچھی ہو گی۔"، وہ فخریہ انداز میں شانے اچکاتا بولا تو غزل نے ہونہہ کرتے سر جھٹکا۔

"دیکھ لیں گے، مسٹر میس۔"

یہ سب شروع ابھی کچھ دیر پہلے سے ہوا تھا جب غزل چائے بنانے کے لیے اٹھی تو میس نے اسے چھیڑنے کو کہا، "ہاں اب کڑوا سیال اتارنا پڑے گا حلق سے۔"

بس پھر بحث چلتے چلتے اس نتیجے پر پہنچ گئی کہ کیوں ناں مقابلہ کر کے جانچا جائے کہ کون زیادہ اچھی چائے بناتا ہے۔اسی خیال کو عملی جامہ پہناتے وہ دونوں اب کچن میں کھڑے تھے۔دونوں نے اپنے اپنے مگز میں چائے نکالی اور پھر پتلیاں سنک میں رکھتے کچن کے وسط میں رکھی میز تک چلے آئے۔آمنے سامنے بیٹھے تو میس نے اپنا مگ اس کی جانب بڑھایا۔جواباً اُس نے بھی اپنا مگ اسے تھمایا۔غزل نے مگ لبوں تک لے جا کر پہلی چسکی بھری تو سر اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ پر شوق انداز میں اپنی تعریف سننے کا منتظر تھا۔

"بہت سوئیٹ ہے چائے۔۔۔ٹو مچ۔۔۔بالکل تمہاری طرح۔"، وہ خبر سنانے کے انداز میں بولی تو اس نے آنکھیں سکیڑیں۔پھر ہونہہ کرتے کرسی سے ٹیک لگا لیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا کروں۔ ہوں ہی اتنا سوئیٹ۔"، بولتے ہوئے اس نے غزل کا مگ لبوں سے لگایا۔ وہ اس کی چائے پیتی اس کے بولنے کی منتظر تھی۔ پہلی چسکی بھرتے رمیص نے منہ کے زاویے بگاڑے۔

"اونہوں۔ بہت کڑوی ہے۔ بالکل تمہاری طرح۔۔۔ ٹو مچ۔"، وہ افسوس سے سر نفی میں ہلاتا بولا تو غزل کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس کی اتنی جرات؟

"اچھا۔۔۔ اتنی کڑوی ہے تو پی کیوں رہے ہو؟ ہونہہ۔۔۔"، اس نے آگے بڑھ کر مگ اس کے ہاتھ سے لینا چاہا تو اس نے ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"بس جب تمہاری کڑوی باتیں سہہ لیتا ہوں تو یہ چائے کیا چیز ہے۔"، وہ بیچارگی سے بولا تو غزل نے تنبیہی انداز میں ابرو اچکائی۔

www.novelsclubb.com

"اس دن تو کہہ رہے تھے کہ منہ میں چاشنی گھل گئی؟"، وہ اب اس کے مگ سے چائے پیتے کڑے انداز سے بولی۔ رمیص نے شانے اچکائے۔

"ہاں تو وہ تو تمہاری محبت کی چاشنی گھلی ناں۔۔۔ اتنے پیار سے چائے بنا کر لائی تھی تم۔ I appreciate you for that۔"، غزل نے ہونہہ کرتے سر جھٹکا تھا۔ باتوں اور

بحث کے بیچ ان دونوں کو ہی اندازہ تھا کہ وہ اب ایک دوسرے کے ہاتھ کی بنی چائے پی رہے تھے۔ایک اوور سویٹنیس میں خوش تھی تو دوسرا کڑواہٹ میں خوشی خوشی غوطے لگا رہا تھا۔

نکمے دونوں!

***

حال۔۔۔

کمرے میں مدھم سی بتی جلتی ہر جانب ہلکی روشنی بکھیر رہی تھی۔وہ رائٹنگ ڈیسک پر بیٹھی ایک بار پھر کی بورڈ پر کھٹ کھٹ ٹائپ کرتی جا رہی تھی۔غزل کل رات کو واپس آئی تھی۔تب سے اس کی طبیعت تھوڑی ناساز تھی تو وہ نیند کی دوا لیے سو رہی تھی۔جبھی کمرے کا دروازہ بجا تو اس نے بغیر سر اٹھائے ہی اندر آنے کی اجازت دی۔اگلے ہی پل ثمرین دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

"لائٹ تو کھول دو۔آنکھیں خراب کرنی ہیں کیا اپنی؟"،وہ سوئچ کی جانب بڑھنے لگی تو ایمان نے یکدم ہی اسے روکا۔

"نہیں۔اندھیرا صحیح رہتا ہے۔"، ثمرین چند لمحات تک اسے کمر پر ہاتھ رکھے دیکھے گئی، پھر سر جھٹکتی اس کی جانب چلی آئی۔

"اب کیسی ہیں غزل؟"،ایمان نے فائل آٹو سیونگ پر لگاتے ہوئے ریوالونگ چیئر گھما کر اسے دیکھا۔وہ پلنگ پر دونوں ہاتھ جمائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہیں۔"، وہ پل بھر کو رکی۔"تم ٹھیک ہو؟"

ایمان کے گلے میں گلٹی ڈوب کر ابھری۔بے اختیار ہی اس نے سر جھکایا۔آنکھوں کے کٹورے لبالب آنسوؤں سے بھرنے لگے۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔مجھے کیا ہونا ہے؟"،وہ ہنوز سر جھکائے ہی بولی تو ثمرین اب کے اٹھتی زمین پر اس کے سامنے آبیٹھی،یوں کہ اس کا جھکا چہرہ اس کی آنکھوں کے صاف سامنے تھا۔

"تم ٹھیک نہیں ہو۔وجہ بتانا نہیں چاہتی؟"،وہ سنجیدگی سے بولی تو ایمان نے سر ہولے سے نفی میں ہلا دیا۔

"ہمت نہیں ہے بتانے کی۔"، سر اٹھا کر دھیرے سے کہا تو ثمرین چند لمحات تک اسے دیکھے گئی، پھر یکدم ہی سمجھ کر سر ہلا دیا۔

"اوکے۔ ٹھیک ہے۔"

چند پلوں تک خاموشی کی ایک تہہ نے ہر جگہ گھیرا ڈالے رکھا، پھر سکوت میں گھرے ایک مجسمے نے سر اٹھا کر دوسرے کو دیکھا، جو عین اس کے سامنے بیٹھا تھا۔

"ان کی پھپھو کو زوالفقار بٹ نے مروایا؟"، وہ جیسے ذرا بے یقینی سے کہہ رہی تھی۔ ثمرین نے بھاری ہوتے دل کے ساتھ سر اثبات میں ہلایا۔ ایمان کا دل مچل سا گیا تھا۔

"کیوں؟"

"زوالفقار نے کیس کی آخری سماعت سے پہلے ارشد صاحب کو کال کی تھی، جس میں ان سے کہا تھا کہ اگر یہ کیس انہوں نے نہ چھوڑا تو وہ ان کے کسی قریبی کو مار دے گا۔ ان کو لگا کہ وہ ایک دھمکی ہے بس۔"، بولتے ہوئے ثمرین نے منہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر ایک گہرا نم سانس خارج کیا۔ پھر چہرے سے ہاتھ ہٹائے تو آنکھوں میں گلابی سی نمی دکھتی تھی۔ ایمان کا دل مزید

ڈوبا۔ نگاہوں کے سامنے وہ مسکراتی شفقت بھری آنکھیں گھوم کر رہ گئی تھیں۔ اسے اب تک یقین نہ آیا تھا۔ نیم تاریک کمرے میں محض گھڑی کی سوئیوں کی ٹک ٹک گونج رہی تھی۔

"کل یونیورسٹی جاؤ گی؟"، ثمرین نے اب کے پوچھا تو ایمان نے شانے لاعلمی کے سے انداز میں اچکائے۔

"پتا نہیں۔"، چند منٹوں بعد ثمرین کمرے سے چلی گئی تو وہ پھر سے لیپ ٹاپ کی طرف گھومی۔

"کسی اپنے کو کھونا، کسی شناسا کی موت مشاہدہ کرنا۔۔۔ کٹھن ہوتا ہے۔ اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جو بغیر کسی رشتے کے بھی اپنے لگتے ہیں۔ جن سے ہمارا تعلق خون کا نہیں ہوتا، دل کا ہوتا ہے۔ تکلیف ان کے جانے پر بھی ہوتی ہے، اور بہت ہوتی ہے۔"، اس کے ہاتھ دھیرے دھیرے، رک رک کر ٹائپ کر رہے تھے۔ ایسے جیسے یہ الفاظ بھی بہت بھاری ہوں۔ در حقیقت ان کا پس منظر خود ان سے بھی زیادہ بھاری تھا۔

***

وہ ٹھوڑی تلے ہتھیلی ٹکائے گم سم سی کسی غیر مرئی نقطے کو تک رہی تھی۔ سر سے دوپٹہ پھسل کر شانوں پر آ گرا تھا، مگر اسے ہوش نہ تھا۔ سیاہ آنکھوں میں دنیا جہان کی اداسی سموئے وہ چپ تھی۔ خاموش تھی۔ یوں جیسے سناٹے میں گھری ہو۔

جبھی ایک جھٹکے سے ہانا آ کر اس کے برابر میں بیٹھی تو وہ اپنی سوچوں کی دنیا سے جیسے باہر آئی۔ سر موڑ کر خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا تو ہانا جو کچھ کہنے ہی لگی تھی، رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"تم ٹھیک ہو، ایمان؟"، وہ یکدم ہی اس کے ذرا قریب ہوئی۔ خالی الذہنی کے عالم میں چند پلوں تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد ایمان بھی اس کے ذرا قریب ہوئی تھی۔

"کیا میں تمہیں ایک بات بتاؤں؟"، اس کی سرگوشی پر ہانا نے تیزی سے سر اثبات میں ہلایا تو ایمان نے ایک گہرا سانس خارج کر کے جیسے سینے پر پڑتا بوجھ نکالنا چاہا۔ پھر جب بولی تو آواز ویسی ہی اداس تھی۔

"ارتضیٰ کی امی کا انتقال ہو گیا، ہانا۔"، اور ہانا چند پلوں تک بالکل شل، ساکت سی ہوئی اسے دیکھے گئی۔

www.novelsclubb.com

"کیا؟ کیسے ؟ کب ؟ تمہیں کیسے پتا؟"، ایمان کی آنکھیں ڈبڈبا تی چلی گئیں۔ مشکلوں سے خود کو کمپوز کرتے ہوئے وہ اب کے پیچھے ہو بیٹھی تھی۔

"غزل کی پھپھو تھیں وہ۔"، اس کی آنکھیں پھیلیں۔

"اوہ مائی گاڈ۔۔۔ مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ کیا کہوں۔۔۔ ایسا کیسے ممکن ہے ؟"، ہانا کے چہرے پر بھی اس وقت ویسی ہی بے یقینی تھی جیسی ایمان کے چہرے پر سچ جاننے پر ابھری تھی۔ ایمان کے گلے میں گلٹی ڈوب کر ابھری۔

چند روز قبل۔۔۔

صوفے پر ایک طرف ثمرین ٹانگیں اوپر کیے بیٹھی تھی تو دوسری طرف ایمان۔ دونوں کے چہرے بالکل خاموش دکھتے تھے۔ کافی دیر کی خاموشی کے بعد ثمرین کی نم آواز ابھری۔

"آنٹی کے دو بیٹے تھے، ایمان۔ ان کا بڑا بیٹا ان کے جنازے میں بھی شریک نہیں ہو سکا۔"، ایمان نے حیرت سے سر پھیر کر اسے دیکھا تو ثمرین نے سر ہلایا۔ "وہ یہاں نہیں تھا۔"

"نہیں تھا تو آتو سکتا تھا ناں۔"، ایمان کو نجانے کیوں بہت ناگوار گزری یہ بات۔

"نہیں آسکتا تھا۔وہ پاکستان میں نہیں رہتا۔اتنی جلدی اسے کوئی فلائیٹ نہیں ملی۔"،وہ دھیرے سے بولی تو ایمان نے سر جھٹکا۔آنے والے تو کچھ بھی کر کے آجاتے ہیں۔اس نے بے اختیار سوچا۔

"میں تمہیں ان کی تصویر دکھاؤں؟"،بولتے ہوئے ثمرین نے فوراً سے اپنا موبائل نکال کر چند کلکس کیے،پھر موبائل کی اسکرین اس کے سامنے کی۔ایمان نے سر اٹھا کر اسکرین کو دیکھا۔اور پھر وہ جیسے سانس تک نہیں لے سکی۔۔۔

وہ چہرہ،وہ خوبصورت مسکراہٹ،وہ شبیہہ،وہ شفقت۔۔۔کیا وہ انہیں پہچانتی تھی؟ہاں! اور تصویر میں ان کے ساتھ کھڑا ان کا بڑا بیٹا؟کیا وہ اسے بھی پہچانتی تھی؟وہ اسے کیسے نہ پہچانتی؟ماں بیٹے کی ایک سی شہد رنگ آنکھیں۔۔۔یوں جیسے ایک دوسرے کا پرتو ہوں۔۔۔ وقت تھمنا،سانس اکھڑنا،کانوں کی لوئیں گرم ہو جانا کیا ہوتا ہے،ایمان زاویار کو اس وقت ایک ایک شے کا مشاہدہ بڑی فرصت سے ہوا تھا۔کتنے ہی پل وہ ساکت رہی۔ثمرین کچھ کہہ رہی

تھی۔شاید بتا رہی تھی کہ زوالفقار بٹ کے آدمی نے گھر میں گھس کر انہیں گولیاں ماری تھیں۔مگر وہ کیسے سنتی کچھ؟سب کچھ تو دھول دھول ہو کر رہ گیا تھا۔خاک۔مٹی۔

کاش وہ رو کر منادی کر سکتی کہ یہ لمحات کتنے بھاری بن کر

ٹوٹے تھے اس پر۔اس ایک تصویر نے کیسے اس کے اندر باہر کی دنیا ہلا دی تھی۔سکون تہس نہس کر دیا تھا۔

موجودہ وقت۔۔۔

"یہ کیا ہو گیا،ہانا!ارتضیٰ کتنی تکلیف میں ہو گا ناں۔"،وہ اب کے سر دونوں ہاتھوں میں دیئے رو دی۔ہانا نے آگے بڑھ کر یکدم ہی اسے خود سے لگایا۔پھر ہولے ہولے سے اس کی پیٹھ تھپکنے لگی۔"اور شان۔۔۔وہ تو مجھ سے بھی چھوٹا ہے ابھی۔میں اپنے باپ سے ہزار اختلاف ہونے کے باوجود انہیں کھونے کا سوچوں تو روح کانپ اٹھتی ہے۔ارتضیٰ نے اتنا اہم اثاثہ کھو دیا،اس نے کیسے برداشت کیا ہو گا؟"

اتنا کٹھن تھا صرف یہ سوچنا ہی۔سہنے والوں نے کیسے سہا ہو گا؟

ہانا نم پڑتی آنکھوں کے ساتھ اس کی پشت تھپکتی گئی تھی۔وہ تین دن سے اپنے دل میں یہ بات دبائے بیٹھی تھی۔اسے رونا اسی وقت چاہیے تھا۔ مگر وہ آج رو رہی تھی۔بھاری ہوتے دل میں بہت کچھ بھرا ہوا تھا، جواب نکلنا چاہیے تھا۔ورنہ وہ بوجھ تکلیف اور اذیت سے دوچار کرنے لگتا۔

***

شام ڈوبنے کو تھی۔آسمان پر نارنجی اور جامنی رنگوں کا ایک حسین امتزاج سا بکھرا ہوا تھا۔اسی امتزاج سے ایک سنہری سی روشنی کمرے کی کھلی کھڑکیوں سے منعکس ہو کر ہر سو پھیل رہی تھی۔وہ آرام کرسی پر بیٹھی ارحہ کو گود میں لیے خاموش نظروں سے آسمان کے رنگوں کو دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

سادہ سے لباس میں ملبوس۔کھلے بال کھول کر پشت پر بکھیر رکھے تھے جو کھڑکی سے آتی ہوا سے اڑاڑ رہے تھے۔اس کی نظریں بہت خاموش تھیں۔تب ہی کھلے دروازے پر ہلکا سا ناک کر کے ایمان اندر داخل ہوتی، اسی کی طرف چلی آئی۔وہ کچھ دیر پہلے ہی یونیورسٹی سے لوٹی تھی اور اب فریش ہو کر اس کے پاس چلی آئی تھی۔

"اب کیسی طبیعت ہے، غزل؟"، وہ اس کے سامنے کرسی کھینچتی بیٹھی۔ غزل نے نرمی سے مسکرا کر اسے دیکھ کر سر ہلایا۔

"بہتر ہے کافی۔"، ایمان نے ارحہ کو لینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تو غزل نے اسے اس کے ہاتھ میں تھما دیا اور ذرا سیدھی ہو بیٹھی۔ ارحہ نے بند آنکھیں پل بھر کو کھول کر ایمان کو دیکھا پھر کسمسا کر مٹھیاں آنکھوں پر رکھے پھر سے سو گئی۔ ایمان کو بے اختیار اس پر ڈھیر سارا پیار آیا۔

"تمہیں کچھ کہنا ہے، ایمان؟"، یکدم ہی غزل نے چہرا پھیر کر اسے دیکھا تو ایمان لمحے بھر کو رک سی گئی۔ پھر شانے اچکا دیئے۔

"پتا نہیں۔ شاید۔"، غزل یونہی کچھ پل اسے دیکھے گئی۔

"کوئی چیز پریشان کر رہی ہے کیا؟"، ایمان نے سر نفی میں ہلایا۔

"اب تو پریشان کر چکی۔"، غزل نے رخ پوری طرح سے اس کی جانب موڑا تھا۔

"بول بھی چکو اب۔"

www.novelsclubb.com

"کیا یہ چیز قابلِ قبول ہے کہ ایک انسان اپنی ماں کے جنازے پر نہ آ سکے، چاہے وہ کسی بھی وجہ کے باعث ہو؟ جبکہ ماں بھی وہ ہو جس نے ساری زندگی اپنی اولاد کی خاطر گزار دی؟"، ایمان نے دھیرے سے پوچھا تو غزل چند پلوں تک اسے دیکھے گئی۔

"پھپھو کی فیملی بہت ویل سیٹلڈ نہیں ہے، ایمان۔ یہ بات تم بھی جانتی ہو، ہے ناں؟"، ایک دم سے غزل کے کہنے پر ایمان کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ کیا وہ کچھ جانتی تھی؟ اس کے چہرے پر بدلتے رنگوں نے غزل سے بہت کچھ کہہ دیا تھا۔

"ارتضیٰ کے نہ آنے کی واحد وجہ وقت پر پیسے نہ ہونا تھے، ایمان۔ ایک ایسا انسان جس کی زندگی کی پہلی اور سب سے اہم عورت اس کی ماں ہو، کیا وہ کبھی جانتے بوجھتے ایسا کر سکتا ہے؟"، اور اب کے ایمان نے تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اسے دیکھا تو آنکھوں میں ڈھیر ساری نمی تھی۔

"آپ کو۔۔۔ کیسے؟"، وہ جملہ بھی پورا نہ کر سکی۔ غزل اسے دیکھتے نرمی سے مسکرائی۔

"ارتضیٰ میرا بھائی ہے، ایمان۔ میں اس کے دل میں چلتے جھگڑوں سے واقف ہوں، یقین مانو۔"، ایمان کو سانس لینے میں دشواری ہوئی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تمہارے یہاں آنے کے ایک ماہ بعد ہی مجھے تم دونوں کے بارے میں علم ہو گیا تھا۔"، وہ آرام سے بول رہی تھی۔

"آپ نے مجھ سے ذکر کیوں نہیں کیا پھر؟"، وہ حیران تھی۔ ششدر۔

"موقع نہیں ملا۔"، اس نے کہتے ہوئے سر جھکا لیا۔ کچھ دیر بعد بولی تو آواز پست تھی۔ "ارتضیٰ کی غلطی تو چھوڑو ناں ابھی۔ میری غلطی تو دیکھو۔ میں نے ایک انسان کو کھونے کے بعد بھی اتنی لاپرواہی کی کہ دوسرے کو بھی کھو دیا۔ میں نے رمیص کے انصاف کے لیے بابا سے ان کی بہن چھین لی، ایمان۔"، اس کی آواز میں نمی کے ڈھیر محسوس ہو رہے تھے۔ "پھپھو کے بچوں سے ان کی ماں چھین لی۔ مراد انکل سے ان کی بیوی چھین لی۔ میں اتنی بری کیسے ہو سکتی ہوں آخر؟"، کہتے ہوئے وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ ایمان اسے ہمدردی سے دیکھتی ذرا قریب ہوئی پھر ہولے سے اس کی پشت تھپکی۔

"آپ کی غلطی نہیں ہے، غزل۔ غلطی صرف ظالم کی ہے۔آپ قصوروار نہیں ہیں۔ایسے مت کہیں۔"، وہ نم آنکھوں سے کہہ رہی تھی۔غزل نے آنکھیں رگڑ کر نمی پونچی، پھر سر اٹھا کر گلابی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"تم ارتضیٰ سے بد ظن نہ ہو، ایمان۔وہ ویسے ہی بہت کچھ سہہ رہا ہے۔زندگی اس کے ساتھ بہت ظالم ہے۔اس ظلم میں اضافہ مت کرنا۔"، وہ نرمی سے بولی تو ایمان نے سمجھ کر سر ہلا دیا۔ باہر آسمان پر پھیلی روشنی آہستہ آہستہ رات کی تاریکی میں گھلنے لگی تھی۔ٹھنڈی تازگی بخش ہوائیں اب بھی چل رہی تھیں۔

★★★

ارشد صاحب کے گھر کے نفاست سے سجے ڈرائنگ روم میں اس وقت ایک طرف رکھے صوفے پر وہ سنجیدہ تاثرات لیے بیٹھے تھے۔ان کے عین سامنے نصیر بیٹھا سر جھکائے ہوئے تھا۔ لب ہولے ہولے پھڑ پھڑا رہے تھے۔

www.novelsclubb.com

"ایسی زبان جو تمہارے سامنے چلی، اسے کاٹ دو گے؟ میرا کاروبار دیوالیہ کروا دو گے؟ میری دوسری بیٹی کا کیس رکوا دو گے؟ ضوفشاں سے اس کی بچی چھین لو گے؟ کرو ناں یہ سب، نصیر۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"، وہ سخت و سرد لہجے میں ذرا بلند آواز سے بولے تو نصیر نے سر نفی میں ہلاتے سر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ ضوفی ابھی غصے میں ہے تو کچھ بھی بول رہی ہے۔"، اس کی اس بات پر ارشد باقاعدہ ہنس پڑے۔ پھر افسوس سے سر نفی میں ہلاتے سیدھے ہو بیٹھے۔

"تم میرے بھانجے کے ہاسٹل گئے اور وہاں جا کر تماشہ کھڑا کیا۔ غلط غلط باتیں بولیں۔ کیا تم نہیں جانتے تھے کہ وہ ان کا رضاعی بھائی ہے؟"، اب کے ان کے انداز میں غراہٹ سی تھی۔ نصیر پل بھر کو ہل سا گیا۔ ان کی آنکھوں میں غضب کی سرخی جھلک رہی تھی۔

"میں غصے میں تھا، بابا۔ غصے میں تو انسان حواس کھو بیٹھتا ہے ناں۔۔۔ آئندہ ایسا کچھ نہیں ہوگا، بابا۔۔۔"

www.novelsclubb.com

"بابا مائی فٹ۔"، وہ یکدم ہی بلند آواز میں دھاڑے۔ نصیر نے جھکا سر اٹھا کر حیرت سے انہیں دیکھا۔ وہ اس سے اس لہجے میں پہلی بار بات کر رہے تھے۔ بلکہ وہ شاید زندگی میں پہلی بار کسی سے اس طرح بات کر رہے تھے۔

"میں کچھ نہیں مانگوں گا آپ سے، مگر۔۔۔"، ابھی وہ کچھ بولتا ہی کہ وہ سر ہلاتے اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔

"میں تمہیں کچھ دوں گا بھی نہیں، نصیر۔ اپنی بیٹی دی تھی۔ پہلی اور آخری غلطی تھی وہ۔ تم پر تو اب میری جوتی بھی بھروسہ نہ کرے۔"، اتنی تلخ کلامی کی امید وہ ان سے خواب میں بھی نہیں کر سکتا تھا۔

www.novelsclubb.com

"دیکھیں بابا، آپ اتنے بدلحاظ بھی نہ ہوں۔ داماد ہوں میں آپ کا۔ آپ کی بیٹی کا شوہر اور اس کی بچی کا باپ۔"، وہ اب کے کروفر سے بولتا ہوا اکڑ کر بیٹھا۔ ارشد صاحب انہی سرد نظروں سے اسے دیکھے گئے۔

"جہاں تک رہی بات بیٹی کی تو اس بارے میں تو ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وہ رشتہ تو ختم نہیں کروا سکتے ہم۔ مگر جو رشتہ ختم کیا جا سکتا ہے، وہ میں ختم کروا رہا ہوں۔ خلع کے لیے درخواست دے دی ہے ہم نے۔ جلد نوٹس مل جائے گا تمہیں۔"، وہ بولے تھے۔ نصیر گویا دھماکوں کی زد میں آ گیا۔ چند پلوں کے لیے اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا، پھر وہ یکدم ہی اٹھ کر ان تک آیا۔ وہ بے اختیار کھڑے ہونے لگے مگر وہ اس سے پہلے ہی ان کے پیروں کے پاس بیٹھ چکا تھا۔ ان کے گھٹنے پر دونوں ہاتھ رکھے وہ یکدم ہی گڑگڑانے لگا۔

"نہیں بابا۔ پلیز ایسا نہیں کریں۔ میں بہت محبت کرتا ہوں ضوفی سے۔ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔"، وہ سر نفی میں ہلاتا تیز تیز کہہ رہا تھا۔ ارشد نے اسے دور کرنا چاہا تھا۔

"بابا پلیز۔ میں ضوفی کے پیر پڑنے کو بھی تیار ہوں۔ اس سے دور مت کریں مجھے۔ میں مر جاؤں گا۔"، کوئی اور اسے دیکھتا تو شاید ترس کھاتا۔ مگر ارشد صاحب دنیا جہان کے نمٹے ہوئے انسان تھے۔ اوپر سے نصیر کے ہاتھوں تو کب سے ذلالت اٹھا رہے تھے۔ وہ اتنی جلدی ترحم نہیں کھا سکتے تھے اس پر۔ جتنا دبنا تھا، وہ دب چکے تھے۔ اب مزید گنجائش نہیں بچی تھی۔

www.novelsclubb.com

"یہ محبت ہے اگر تو نفرت کیا ہو گی؟ مجھے تو تمہاری نفرت کا سوچ کر ہی پریشانی ہونے لگی ہے، نصیر۔"، وہ اسے دور کرتے ہوئے تلخی سے بولے۔"ویسے بھی یہ ضوفی کی رضامندی سے ہو رہا ہے۔ میں اس کے ساتھ کھڑا رہوں گا۔"

"بابا پلیز۔۔۔آپ بڑے ہیں، سمجھائیں اسے۔"، وہ پیچھے ہو کر میز سے ٹیک لگائے شکست خوردگی سے بولا۔ارشد صاحب نے سر جھٹکا۔"آپ اسے کہہ دیں کہ گھر سے چلی جاؤ تو وہ مجبوراً میرے پاس واپس آجائے گی۔جب کوئی ٹھکانہ نہیں ہو گا تو وہ میرے پاس آجائے گی۔"، ارشد صاحب تو اس کی باتوں پر عش عش کر اٹھے تھے۔

"اور ایسا کیوں کروں گا میں؟"، وہ جتنا حیران ہوتے اتنا کم تھا۔

www.novelsclubb.com

"آپ نہیں چاہتے کہ آپ کی بیٹی کا گھر بسا رہے؟"، وہ جیسے اب کے سارا الزام ان پر ڈال گیا تھا۔اس کی منافقت لاجواب تھی۔

"کون سا گھر؟ یہ ہے میری بیٹی کا گھر۔گھر ایک دوسرے کو سمجھ کر، ایک دوسرے کی قدر کرنے سے بنتا ہے۔جہاں دونوں فریقین ایک دوسرے کی برابر عزت کرتے ہوں، ایک

دوسرے سے محبت واحترام سے پیش آتے ہوں۔ مارنے دھاڑنے، جینا حرام کرنے سے گھر بنتا نہیں، صرف ٹوٹتا ہے۔"، وہ افسوس سے بولے تھے۔

"دیکھیں میرے ساتھ ایسا نہ کریں۔ میں برباد ہو جاؤں گا۔ کیسے رہوں گا میں ضوفی اور ایمل کے بغیر؟"

"تمہارے ساتھ جو کیا ہے، تم نے خود کیا ہے۔ میں نے یا کسی اور نے کچھ نہیں کیا، اب اٹھو اور جاؤ یہاں سے۔ دوبارہ قدم نہ رکھنا ضوفشاں کی دہلیز پر۔"، وہ بول کر تیزی سے کمرے سے چلے گئے تھے۔ پیچھے وہ نجانے کتنی ہی دیر ماتم کناں بیٹھا رہ گیا تھا۔ کیا اس کو دیکھ کر آپ کو لگ رہا ہے کہ اسے احساس ہو گیا؟ چچ چچ! غلط لگ رہا ہے۔

www.novelsclubb.com

★★★

آج اس کی کلاس بارہ بجے تھی تو وہ نیند پوری کر کے اٹھی۔ ثمرین صبح میں ہی یونیورسٹی جا چکی تھی تو اب اسے اکیلے جانا تھا۔ گلابی رنگ کی لانگ شرٹ کے ساتھ کھلا ہم رنگ ٹراؤزر پہنے، جوڑے میں بندھے بالوں کو ہم رنگ دوپٹے سے ڈھکے، سنہری چادر اوڑھے وہ کمرے سے باہر

آئی تو اسے لاؤنج سے چند لوگوں کے باتیں کرنے کی آواز آئی۔اس کے قدم ایک جھٹکے سے رکے۔چند پل وہیں ٹھہرے رہنے کے بعد وہ لاؤنج کے دروازے تک آئی تو اسے اندر کچھ لوگ بیٹھے نظر آئے۔

ایک طرف صوفے پر غزل سیاہ نقاب لگائے بیٹھی تھی جبکہ اس کے عین سامنے دوسرے صوفے پر دو لوگ بیٹھے تھے۔

ایک آدمی تھا جس کی عمر تقریباً تیس سال لگتی تھی۔ سنجیدہ نقوش کا حامل، سیاہ بالوں والا، جن میں ہلکی ہلکی سفید چاندی بھی چمک رہی تھی۔سیاہ ڈریس شرٹ اور پینٹ پہنے، وہ صوفے کے ہتھے پر ہاتھ رکھے نہایت سنجیدگی سے غزل کو دیکھتا کچھ کہہ رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

ایمان کو اس کی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔اسے بس اس کا چہرہ نظر آرہا تھا۔وہ اسے جانتی تھی۔پہچانتی تھی۔بے اختیار اس نے دروازے کی چوکھٹ کو تھام کر خود کو سنبھالا تھا۔اسی لمحے اس آدمی نے نگاہیں پھیر کر اسے دیکھا۔ایمان کو دیکھتے ہی آنکھوں میں بہت سی شفقت امڈ آئی۔

اگلے ہی پل وہ کھڑا ہوا تو اس کے ساتھ بیٹھی لڑکی بھی کھڑی ہوگئی۔ غزل بھی ساتھ ہی کھڑی ہوئی تھی۔

ایمان کے لب ہلکے سے پھڑپھڑائے۔ آواز اتنی کم تھی کہ خود اس کے کانوں تک بھی نہ پہنچ پائی۔ وہ خود ہی آگے بڑھ آیا تھا۔ اس تک پہنچ کر اس نے اگلے ہی پل اسے خود سے لگایا۔ ایمان اس کے کاندھے سے بھی نیچے آتی تھی۔ اور اس کے ساتھ لگے اس کی آنکھیں یکدم ہی ڈبڈباتی چلی گئی تھیں۔

"کیسی ہو؟"، اب وہ اس پر چہرہ جھکائے اس کا سر تھپکتا پوچھ رہا تھا۔ ایمان نے اس سے الگ ہوتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

www.novelsclubb.com

"ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟"، اس کی آنکھوں کا ارتکاز گلابی پڑ گیا تھا۔ جسم ہولے ہولے بے یقینی کی سی کیفیت میں کپکپا رہا تھا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں، الحمداللہ"، کہتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ رکھے وہ اس لڑکی کی جانب گھوما تھا جو وہیں کھڑی ان دونوں کو مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

تقریباً اٹھائیس سال تک کی، لمبی دبلی سی، ہلکے بھورے بالوں اور سانولی رنگت کی حامل وہ لڑکی بہت دل سے مسکراتی اسے دیکھ رہی تھی۔ سرمئی رنگ کی پیروں کو چھوتی فلورل فراک پر ہلکا جامنی رنگ کا اسٹالر سر اور شانوں پر ڈال رکھا تھا۔

"اس سے ملو۔ یہ ہے نتاشہ۔ نتاشہ، یہ رہی میری بہن، ایمان۔"۔ نتاشہ یکدم ہی آگے بڑھ کر خوش دلی سے اس سے گلے ملی، اور باری باری اس کے دونوں گالوں سے گال مس کیے۔

"السلام علیکم ایمان۔ کیسی ہو تم؟"، اسے شانوں سے تھامے وہ پوچھنے لگی تو ایمان کا دل کیا کہ اس کے گلے سے لگی رہے۔ اس کی وائبز بہت پازیٹو، بہت پیور تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں، بھابھی۔ آپ کیسی ہیں؟"، وہ مسکرا کر بولی تو نتاشہ ہنس دی۔

"آدم کی فیملی سے ملنے کا، ان کے ساتھ رہنے کا بہت شوق تھا مجھے۔ تم نے مجھے بھابھی کہہ کر مجھے قبول کیا تو اتنی خوشی ہوئی ہے کہ کیا بتاؤں۔"، وہ کھلکھلا کر بولی تو آدم دھیرے سے ہنس دیا۔ دو ایک جیسی لڑکیاں مل گئی تھیں۔ اب تو ایسی باتیں ہی سننے کو ملنی تھیں اسے دن رات۔

www.novelsclubb.com

"ہم تمہیں لینے آئے ہیں، ایمان۔ آدم نے کراچی میں ہی گھر لیا ہے۔ تم چلو گی ہمارے ساتھ؟ ہمیشہ کے لیے؟"، نتاشہ مسکرا کر جوش سے بولی تو ایمان کی نظریں بے ساختہ آدم کی جانب اٹھیں۔ وہ مسکرا کر سر اثبات میں ہلا رہا تھا۔ پھر اس نے سر موڑ کر غزل کو دیکھا جو اس کے دیکھنے پر نم آنکھوں سے سر اثبات میں ہلا رہی تھی۔

"تم جانا چاہتی ہو؟"، اس نے ذرا آگے بڑھ کر نرمی سے پوچھا تو ایمان نے چند پل کے توقف کے بعد نم آنکھوں سے سر اثبات میں ہلایا۔ وہ واقعی جانا چاہتی تھی ان کے ساتھ۔

"چلو جاؤ پھر اپنا سامان پیک کر لو جلدی سے۔ جاؤ نتاشہ تم بھی ہیلپ کر دو اس کی۔"، آدم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر نتاشہ کو بھی اشارہ کیا تو وہ دونوں جوش سے لاؤنج سے نکلتی کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ پیچھے وہ مسکرا کر واپس سے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"رضا کیسا ہے، آدم صاحب؟"، غزل نے تفکر سے پوچھا تو اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"بہت بہتر ہے۔اسے اپنا ٹریک مل گیا ہے۔اب آپ دیکھیے گا کہ وہ کتنی ترقی کرے گا انشاءاللہ۔ اللہ اسے کامیاب کرے۔"،وہ نرمی سے بولا تو غزل نے سمجھ کر سر ہلا دیا۔اس کے دل نے بے اختیار اس کے لیے دعا کی تھی۔

***

کراچی کے ایک پوش علاقے میں بنا یہ دو منزلہ گھر تھا۔سرمئی و سیاہ کے امتزاج کی ایکسٹیریئر ڈیزائننگ اور اندر سب جیسے ہلکے سرمئی رنگ میں نہایا ہوا تھا۔داخلی دروازے کے آگے ہی پورچ کے ایک طرف چھوٹا سا لان تھا۔لان میں بنی روش اندرونی مین گیٹ کی جانب جاتی تھی۔بھوری لکڑی کا قد آدم دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہو تو بائیں طرف کچن کا دروازہ تھا جبکہ کچن کے عین سامنے اوپن لاؤنج تھا جسے نفاست سے سیٹ کیا گیا تھا۔مین گیٹ کے مقابل دیوار پر دو کمروں کے دروازے ایستادہ تھے۔کچن کے برابر میں ہی اوپر کو جاتا زینہ تھا۔اسی زینے سے اسے لیے وہ دونوں اوپر چلے آئے تھے۔اوپر تین کمرے اور ایک چھوٹا سا ٹی وی ایریا تھا جہاں گہرے سرمئی رنگ کے صوفے اور پردے کنٹراسٹ سے لگائے گئے تھے۔وہ اسے لیے قطار

www.novelsclubb.com

میں بنے پہلے کمرے تک آئے تھے۔ بھوری لکڑی کا دروازہ کھول کر اس نے اندر جھانکا تو نفاست سے سیٹ ہوا ایک کمرہ نگاہوں کے سامنے آیا۔

ضرورت کی ایسی کوئی شے نہیں تھی جو وہاں موجود نہ ہو۔اس نے بے اختیار نم آنکھوں سے مڑ کر آدم کو دیکھا تھا۔وہ مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔آہ وہ جانتا تھا کہ اسے ہر شے کیسی پسند ہے۔ اور وہ کمرہ بھی اس کی پسند کے عین مطابق ہی تھا۔وہ جھٹ سے اس سے آلگی تھی۔

آدم نے مسکرا کر بے ساختہ اس کی پشت تھپکی۔

"تھینک یو بھائی۔"،وہ مدھم آواز میں بولی تو اس نے سر ہلا دیا۔

"تم فریش ہو کر نیچے آجاؤ۔میں کھانا لگا رہی ہوں۔"، نتاشہ مسکرا کر کہتی کمرے سے نکلی۔

انہیں وہاں پہنچتے پہنچتے دوپہر ہو گئی تھی۔ غزل کے یہاں سے نکلنے سے پہلے ہی ثمرین گھر پہنچ گئی تھی۔تو پھر وہ اس سے مل کر ہی آئی تھی۔وہ دونوں نیچے چلے گئے تو وہ سوٹ کیس پلنگ پر رکھ کر الماری کی جانب چلی آئی۔پٹ وا کیا تو اندر پہلے سے موجود کپڑے ٹنگے دیکھ حیران سی ہوئی۔

اسے اس سمے بہت رونا آیا تھا۔جب وہ سمجھتی تھی کہ سب غلط ہونے لگا ہے،تب تب ہی اللہ

اسے دکھادیا کرتا تھا کہ غلط کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو ہوتا ہے، اس ایک ہستی کی مرضی سے ہوتا ہے۔ اس کا کن کبھی کوئی غلط فیصلہ نہیں کرتا۔ اور یہی ایک تسلی اس کے ڈانوں ڈول ہوتے دل کو سہارا دیتی تھی۔

***

وہ نچلے فلور پر آئی تو ڈائننگ ٹیبل پر خوب رونق لگی تھی۔ سربراہی کرسی پر ایک عمر رسیدہ خاتون بیٹھی تھیں۔ ان کے ایک طرف آدم اور دوسری طرف نتاشہ بیٹھی کسی بات پر ہنس رہی تھی۔ نتاشہ کے برابر میں ہی بے بی چیئر پر دو سالہ ریان بیٹھا، اپنے کھانے میں مصروف تھا۔ باقی سب نے ابھی کھانا شروع نہیں کیا تھا۔ اسے آتا دیکھ آدم کھڑا ہوتا اس کے لیے کرسی نکالنے لگا تو وہ عجلت میں آگے بڑھی۔

"ارے میں خود کرلوں گی، بھائی۔"

سربراہی کرسی پر براجمان خاتون شفقت اور نرمی سے اس کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم بیٹے۔ کیسی ہو آپ؟"

ایمان نے ان کی بات کا جواب دے کر سوالیہ نظروں سے آدم کو دیکھا۔

"یہ فائقہ آنٹی ہیں۔ نتاشہ کی والدہ۔ اور آنٹی، یہ ایمان ہے۔"، اس کے متعارف کروانے پر ایمان نے لحظے بھر کو چہرہ پھیر کر اسے دیکھا تھا۔ اتنا سا تعارف؟

"ہاں بھئی۔ ایمان کے تعارف کے لیے بس اس کا نام ہی کافی ہے۔ صرف تم سے ملے ہی نہیں تھے ہم۔ ورنہ جان تو پورا گئے ہیں آدم کی زبانی۔"، فائقہ ہنس کر بولیں تو ایمان نم پڑتی آنکھوں سے مسکرادی۔ آج بات بات پر اس کی آنکھیں نم پڑ رہی تھیں۔ وہ اپنے جذبات کو قابو نہیں کر پا رہی تھی۔ تب ہی نظر ریان پر پڑی تو وہ سب چھوڑ چھاڑ کر کھڑی ہوتی اس تک گئی۔ ریان نے اسے سر پر کھڑا دیکھ چہرہ اٹھا کر دیکھا تھا، پھر ہنس دیا۔

www.novelsclubb.com

"ریان یہ کون ہیں؟"، نتاشہ اسے پچکارتے ہوئے بولی تو چند پلوں بعد وہ ہنس کر چہرہ ہاتھوں میں چھپا گیا۔

"پھپھو۔"، اور ایمان جتنا حیران ہوتی اتنا کم تھا۔

"ارے ہمارے یہاں آپ لوگوں سے ملے بغیر ہی ہر کوئی جانتا ہے آپ سب کو۔ کیا ریان تو کیا فائقہ بی بی۔"، فائقہ کی بات پر سب ہی ہنس دیئے تھے۔

***

رات چھائی تو ایک سکوت سا تھا جس نے گھر کو گھیر لیا تھا۔ وہ بالکونی میں رکھی آرام کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھی ساتھ ہی اسنیکس کھا رہی تھی۔ صبح والے کپڑوں میں ہی ملبوس، بالوں کو ڈھیلے سے جوڑے میں باندھے۔ جبھی چوکھٹ پر آہٹ ہوئی تو اس نے سر موڑ کر دیکھا۔ نتاشہ ہاتھوں میں دو مگ لیے وہیں آ رہی تھی۔ اسے خود کو دیکھتا پا کر ہولے سے مسکرائی، پھر قریب آ کر مگ میز پر رکھے۔ وہ سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ اب نتاشہ اپنا دوپٹہ پیچھے جھولے پر رکھ کر دوسری کرسی پر بیٹھ رہی تھی۔ اس نے ہلکی پھلکی سی ٹی شرٹ اور ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔ بال ڈھیلی سی پونی میں باندھ رکھے تھے۔

ایمان کی جانب مگ بڑھایا تو اس نے نرمی سے مسکرا کر تھام لیا۔

www.novelsclubb.com

"ہوں۔۔۔ویسے تو مجھے آدم نے تمہارے، فاطمہ اور آنٹی کے بارے میں کافی کچھ بتایا ہوا ہے، مگر پھر بھی۔۔۔اپنے بارے میں بتاؤ کچھ۔"، وہ اب دونوں پیر اوپر کیے آرام سے بیٹھ گئی تھی۔

"ابھی تو آپ بتائیں۔۔۔مجھے بھی آپ کو دیکھنے کا، آپ سے ملنے کا بہت شوق تھا۔اگر مجھے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ یوں آپ سے ملاقات ہو جائے گی تو آپ کے لیے کچھ خریدتی بھی۔ مگر بھائی سے بات ہوئی تھی تب بھی انہوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا آپ لوگوں کے پلان کا۔"، ایمان اس کے چہرے پر نظریں ٹکائے سہولت سے بولی تو نتاشہ ہنس دی۔

"چلو آج میں تمہیں ایک بہت ہی اہم بات بتاتی ہوں۔"، وہ کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے مزے سے بولی تو ایمان تجسس سے ذرا قریب ہوئی۔

"ضرور۔فرمایئے۔"

"آدم اور میں نے ماسٹرز کرتے وقت ایک دوسرے کو پسند کیا تھا۔انہی دنوں ہماری شادی سے پہلے میں نے ایک بار یوں ہی اس سے پوچھا کہ اسے میں کیوں پسند آئی۔"، وہ بولتے ہوئے مسکرائی۔"جانتی ہو اس نے کیا کہا؟"، وہ سوچ کر ہی ایک پل کو ہنس دی۔

"نہیں۔آپ بتائیں ناں۔"،ایمان اس کے ہنسنے پر مزید تجسس میں گھری۔

"اس نے کہا کہ میں ویسی ہوں جیسا وہ تمہیں چاہتا تھا کہ تم بن جاؤ۔"،اور اس کے جواب پر پل بھر کو ایمان نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ کہتا تھا کہ میں بہت بولڈ ہوں۔میری رنگت سانولی تھی۔اور مجھے پسند تھی۔میں جس معاشرے میں،جن لوگوں میں رہتی آئی تھی،وہ سب ایک نمبر کے racist تھے۔جانتی ہو ایک بار یونیورسٹی کے ایک فنکشن میں دو لڑکوں نے میری رنگت پر میرا مذاق اڑایا،تو الٹا میں نے بھی ان کا مذاق اڑایا۔"،وہ بول کر کھلکھلائی تو ایمان اب کے پوری طرح سے اس کی جانب گھومی۔

"آپ نے کس چیز کا مذاق اڑایا؟"،اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔نتاشہ پھر سے ہنس دی۔

www.novelsclubb.com

"انہوں نے میرا مذاق اڑایا کیونکہ میں ان کے جیسی نہیں تھی۔ تو میں نے بھی ان کا مذاق اڑایا کیونکہ وہ میرے جیسے نہیں تھے۔ سمپل۔"، اس نے شانے اچکا دیئے تھے۔ ایسے جیسے یہ تو کوئی بات ہی نہ ہو۔ ایمان کو تھوڑی دیر لگی تھی اس کی بات سمجھنے میں۔ پھر وہ بھی زور سے ہنس دی۔

"اوہ گاڈ بھابھی۔ آپ تو واقعی بہت سمجھدار ہیں۔"

"تیز کہنا چاہیے تھا ویسے تمہیں۔"، اور اس بات پر ایمان سے اپنی ہنسی روکنا مشکل ہو گیا تھا۔ نتاشہ خود بھی ہنس رہی تھی۔ کچھ دیر بعد ہنسی روکے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میں جانتی ہوں کہ تمہیں یہ بات پتا ہے، مگر پھر سے کہوں گی۔ ریمائنڈر سمجھ لو۔ خود کو جیسا دیکھو گی، دنیا بھی تمہیں ویسا ہی دیکھنے پر مجبور ہو جائے گی۔ تمہیں تم خوبصورت لگو گی تو باقی سب کو بھی لگو گی۔"، نتاشہ بہت ہی آسان الفاظ میں بہت ہی سادگی سے بول رہی تھی۔ ایمان مسکرائی۔

www.novelsclubb.com

"مجھے اب یہ بات سمجھ آچکی ہے۔میری رنگت اور میرے اپنے آپ نے مجھے سالوں ہانٹ کیا ہے۔اب وہ فیز ختم ہو گیا ہے اور مجھے بہت کچھ سکھا گیا ہے۔"،وہ مسکرا کر بولی تو نتاشہ نے سر ہلایا۔

"میں یہ نہیں کہوں گی کہ تمہیں پہلے ہی یہ سمجھ جانا چاہیے تھا۔کیونکہ ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔مگر ایک بات میں ضرور کہوں گی۔کہ تم نے اپنا ذہن لوگوں کے ہاتھوں میں دے دیا تھا۔ اپنا نظریہ لوگوں کی باتوں پر منحصر کر لیا تھا۔یا شاید اب بھی ایسا ہی ہے۔"،اور اب کے ایمان ذرا ناسمجھی سے مسکرائی۔

"وہ کیسے؟"

"مطلب کہ جب تک تم وہاں تھی، تمہارے بابا کی باتیں اور ان کے الفاظ تمہیں کبھی تمہارا اپنا آپ خوبصورت لگنے نہیں دیتے تھے، پھر اس کے بعد تم جن لوگوں کے بیچ رہنے لگی، وہ تمہیں تمہارا آپ بدصورت نہیں لگنے دیتے تھے۔in short، تم لوگوں کی باتوں سے اپنے بارے میں رائے قائم کرتی ہو۔جو کہ غلط ہے۔تمہاری رائے تمہارے بارے میں کسی اور کی باتوں پر

www.novelsclubb.com

منی نہیں ہونی چاہیے۔ سمپل۔"اب کہ وہ بول کر دھیما سا مسکرائی تو ایمان کا دل لمحے بھر کو ڈوبا۔ہاں وہ صحیح کہہ رہی تھی۔اس نے یہ نظریہ تو کبھی سوچا ہی نہیں تھا۔اسے اپنا آپ برا نہیں لگتا تھا تو وہ سوچنے لگی تھی کہ یہ اس کے ہیل ہونے کی نشانی ہے۔مگر حقیقت کچھ اور تھی۔

***

صبح کے سارے رنگ دھیرے دھیرے پھیلنے لگے تھے۔وہ پورے ایک ہفتے بعد یونیورسٹی جا رہی تھی۔پچھلا ایک ہفتہ اس نے بنا کسی وجہ کے چھٹیاں کر کے گزارا تھا۔اب کے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے وہ پر شوق نگاہوں سے ہر ایک شے کو دیکھ رہی تھی۔سب نئے سرے سے اچھا لگ رہا تھا۔ڈرائیو کرتے آدم نے کن اکھیوں سے اسے دیکھتے مسکرا کر موڑ کاٹا۔

"تمہیں سب کیسا لگا؟"

ایمان نے مسکرا کر رخ اس کی جانب کیا۔

"بہت اچھا۔سب بہت اچھے ہیں۔"، آدم نے سمجھ کر سر ہلایا۔اب وہ رخ پوری طرح اس کی طرف پھیر کر بیٹھ گئی تھی۔

"آپ کو پتا ہے کہ میں نے آپ کو کتنا یاد کیا؟"

"اونہوں۔"، اس نے سہولت سے سر نفی میں ہلایا۔ "تمہارے بتائے بغیر کیسے پتا چلے گا؟"

"میں نے آپ کو، آپ کی باتوں کو، آپ کی موجودگی کو بہت سے لمحات میں یاد کیا ہے۔ آپ کی کمی محسوس کی ہے۔ میں اکثر پلوں میں سوچتی تھی کہ اگر آپ میرے ساتھ ہوتے تو مجھے کیا کرنے کو کہتے؟ مجھے کس طرح گائیڈ کرتے؟ مجھے کن الفاظ میں کیا سمجھاتے؟"، وہ مدھم آواز میں دھیرے دھیرے بول رہی تھی اور وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے سن رہا تھا۔ اس نے آج سے پہلے اتنا بولنے والی ایمان صرف بچپن میں ہی دیکھی تھی۔ "آپ میرے محافظ تھے۔ میں آپ کو اپنا بڑا مانتی تھی۔ جب آپ نہیں تھے تو مجھے سب خود کرنا پڑا۔ اپنی ہمت خود بندھانی پڑی۔ مگر پھر بھی۔۔۔"، وہ پل بھر کو رکی تو اس کی آنکھیں چمکیں۔ "اللہ نے مجھے کسی فیز میں تنہا نہیں چھوڑا۔ میں سیلف ڈیپینڈیں ٹ نہیں تھی۔ مجھے لوگوں کی ضرورت پڑتی ہے بہت سی چیزوں کے لیے۔ اللہ نے میرے لیے بہت اچھے لوگ بھیجے، بھائی۔"

آدم مسکرا دیا۔ نرمی اور شفقت سے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہی تو خوبصورتی ہے، ایمان۔ ہمارا رب کبھی ہمیں اکیلا نہیں چھوڑتا۔ لوگوں کو دور کر کے ہمیں isolate کر دیتا ہے مگر اس isolation میں ہمارا ہاتھ یوں۔۔۔" کہتے ہوئے اس نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔ اس کی گرفت کافی مضبوط تھی۔ "یوں تھام کر رکھتا ہے۔ ہم گر جائیں تو یوں لگتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کھڑا ہے۔ ہمارا منتظر۔ ہمیں اٹھنا سکھاتا ہوا۔ جب ہمیں اٹھنا سکھا دیتا ہے اور ہم اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، تو بھی اسے ہی اپنے ساتھ پاتے ہیں۔ ہمارا منتظر۔ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہنے والا۔"

ایمان کا ذہن اس کی باتیں جذب کر رہا تھا۔ اس نے ساری بات سن کر سر ہلا دیا تھا۔ مسکرا کر۔

اس نے گاڑی یونیورسٹی کے گیٹ کے بالکل سامنے روکی تھی۔ اسے خدا حافظ کرتی وہ باہر نکلی تو اسی وقت سامنے ہانا کھڑی نظر آئی۔ وہ شاید اسے دیکھ کر وہیں رک گئی تھی۔ ایمان پرجوش سی مسکراتی اس کی طرف آئی۔

"گیس واٹ۔"، وہ اس کے سامنے آتی ایکسائٹڈ سی بولی تو ہانا نے اگلے ہی پل اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ سامنے سے ہٹایا تھا۔ ایمان کی چلتی زبان رکی۔

www.novelsclubb.com

"کون ہیں یہ مسٹر ہینڈسم جس کے ساتھ تم آئی ہو؟ ہاں؟"، وہ ذرا حیرت سے سیاہ رنگ کی گاڑی کو دور جاتا دیکھتی بولی۔ ایمان نے اس کا ہاتھ چہرے سے ہٹا کر خفگی سے اسے دیکھا۔

"میں ایک ہفتے بعد آئی ہوں۔ تم مجھ سے ملی بھی نہیں۔"، اس نے منہ پھولا کر ناراضگی سے کہا تو ہانا نے اب کہ اسے دیکھا۔

"ارے کیسی ہو، میری بلبل؟"، وہ ہنس کر بولی تو ایمان نے ہونہہ کرتے سر ہلا دیا۔ پھر بیگ کا اسٹریپ تھامے گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ ہانا تیزی سے اس کے پیچھے دوڑتی آئی۔

"بتاؤ تو کس کے ساتھ آئی ہو؟"

"آدم بھائی ہیں یہ۔"، اس کے کہنے پر ایک جھٹکے سے ہانا نے اسے دیکھا تھا۔

"نہ کرو۔ یہ تمہاری فیملی میں تو سب ہی پیارے ہیں یار۔"، وہ ستائشی انداز میں بولی تو ایمان ہنس دی۔ "ویسے understandable ہے۔ پٹھان جو ہو۔"

www.novelsclubb.com

ایمان نے سر ہلایا۔اب وہ یونیورسٹی کی عمارت میں داخل ہوتی اسے پچھلے ایک ہفتے کی روداد سنا رہی تھی۔ہانا کاری ایکشن ہی وہ واحد شے تھا جو اسے یونہی thrill کے ساتھ ہر قصہ سنانے پر قائل کیے رکھتا تھا۔

***

دن ذرا ڈھلا تو یونیورسٹی کے کیفٹ ایریا میں اکا دکا طلباء نظر آنے لگے۔انہی کے بیچ ایک میز کے گرد ایمان اور ہانا بیٹھی باتیں کرنے میں مصروف تھیں۔کہ تبھی نجانے کہاں سے ایک شہد کی مکھی بھنبھناتی ہوئی اس کے سامنے آدھمکی۔ایمان نے بے ساختہ سامنے پڑی پلیٹ اٹھائی۔

"ارے چھوڑو بیچاری کو۔"،ہانا نے اس کی کہنی تھامتے ہوئے کہا تو اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"ماروں گی نہیں تو یہ ہمیں کاٹے گی۔۔۔اور اف، بڑا خطرناک ڈنک مارتی ہے۔"،وہ آنکھیں میچ کر جھرجھری لیتے ہوئے بولی تو ہانا نے افسوس سے سر ہلایا۔نظریں مکھی پر ٹکائے ایمان نے پلیٹ سے نشانہ لیا تھا اور اگلے ہی پل کھینچ کر پلیٹ دے ماری تھی۔وہ مکھی تو پلیٹ کے نیچے نہ آ سکی البتہ سامنے بیٹھے کسی لڑکے کے سر کی پچھلی طرف پلیٹ بڑی زور سے لگی تھی۔بے اختیار

کراہ کر اس نے اپنے سر کے پیچھے ہاتھ رکھا، پھر اگلے ہی پل وہ دھڑام سے زمین بوس ہوا۔ ایمان ہاتھ میں پلیٹ تھامے منہ کھولے ساکت سی اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ گرا تو اس کا چہرہ واضح ہوا۔ اف! وہ التمش تھا۔ پلیٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گری۔

"یا میرے اللہ۔ یہ کیا کر دیا تم نے، ایمان؟"، ہانا شاک سے منہ پر ہاتھ رکھے بولی تو ایمان کے گلے میں گلٹی ڈوب کر ابھری۔ التمش کے دوست اب زمین پر بیٹھتے اس کے گرد اکٹھے ہونے لگے تھے۔ ایمان بھی تیزی سے اٹھ کر اس کے پاس زمین پر بیٹھی، پریشانی سے اس کے دوستوں کو اسے جھنجھوڑتے دیکھ رہی تھی۔

"قتل کر دیا، ایمان؟"، ہانا اسی شاکی انداز میں بولی تو التمش کے کسی دوست نے نگاہیں اٹھا کر اسے گھورا۔ وہ بے ساختہ کھسیانی ہو کر ایمان کے پاس بیٹھتی اس کے کان کے پاس جھکی۔

"او مائی گاڈ، ایمان۔ اب ہم کیسے بچیں گے؟ یہ مر گیا تو کیس ہو جائے گا ہم پر۔"، وہ لبوں پر مسکراہٹ دبا کر بولی تو ایمان نے پھیکی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ٹینشن مت دو، ہانا۔"، وہ واقعی متفکر لگتی تھی۔ ہانا نے شانے اچکائے۔

www.novelsclubb.com
novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اس کے دوست گواہ ہیں۔ چھوڑیں گے نہیں ہمیں۔اف میں کیوں تھی ابھی تمہارے ساتھ! میں بھی پھنسوں گی۔"، وہ افسوس سے اس کے شانے پر سر ٹکائے بولی تو ایمان نے تنگ آکر اسے پیچھے کیا۔ پھر سر اٹھا کر پیچھے پڑے اپنے بیگ سے پانی کی بوتل نکالی اور ڈھکن کھول کر ہاتھ میں پانی لیے اس کے چہرے پر چھینٹیں ماریں۔

التمش کے دوستوں میں سے ایک نے اس کی ناک کے پاس انگلی رکھی، پھر سر اٹھا کر ایمان کو دیکھا۔

"زندہ ہے یہ۔"، ایمان کی سانس میں سانس آئی تو ہانا نے منہ بنایا۔

"ایک پلیٹ سے کوئی مرتا نہیں ہے، ہونہہ۔"، وہ بولی تو ایمان نے چہرہ موڑ کر اسے آنکھوں سے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔ اس نے اگلے ہی پل ہونٹوں پر انگلی رکھی۔ "چپ ہوں اب۔"

"اٹھ کیوں نہیں رہا یہ؟"، ایمان نے بوتل میں بچا آخری کا پانی بھی اس کے منہ پر الٹتے ہوئے کہا۔

"لگتا ہے زور سے لگا ہے۔"، اس کا دوست تفکر سے بولا تو ہانا کو اب کے ذرا فکر ہوئی۔ اس نے اگلے ہی پل ایمان کو شانے سے پکڑ کر ذرا سائیڈ کیا۔ اور کسی بھی طرف دیکھے بغیر اس نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا۔ التمش کی آنکھیں پٹ سے کھلی تھیں۔ باقی سب شاکی نظروں سے کبھی التمش کو دیکھتے، تو کبھی ہانا کو۔ وہ شاک سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی، جیسے خود بھی بے یقین ہو کہ اتنی زور سے مار دیا اس نے اسے۔

التمش مندی مندی آنکھیں اور بھاری سر لیے اپنے دوست کے سہارے ذرا سا اٹھا اور سر جھٹکتا پریشانی سے بولا۔

"یہ کیا تھا؟"، اس نے اپنا جبڑہ پکڑ کر ہلکے سے ہلایا۔ "میرا گال اتنا درد کیوں کر رہا ہے؟"، اس نے نگاہیں اٹھا کر اپنے سر پر کھڑی ہانا کو دیکھا تھا جو پریشانی سے کبھی اس کو دیکھ رہی تھی تو کبھی چہرہ پھیر کر ایمان کو۔ ایمان نے لب دانتوں تلے دبائے۔

"ہانا کے ہاتھ کا کمال۔"، وہ تیزی سے بولی تو ہانا منمنائی۔

www.novelsclubb.com

"میں نے جان بوجھ کر تو نہیں کیا۔"، وہ واقعی شرمندہ لگتی تھی۔ التمش نے اب کے حیرت سے اسے دیکھا تھا، پھر اس کے ہاتھوں کو۔ چند پلوں کی خاموشی کے بعد اس کی ہلکی سی آواز اُبھری۔

"ماشاءاللہ کافی پیارے ہاتھ ہیں۔"، وہ درد بھری مسکراہٹ چہرے پر سجائے بولا تو ایمان نے مسکراہٹ چھپانے کو سر جھکا لیا۔

"اور بھاری بھی۔"، وہ دھیرے سے بولی تو ہانا نے خفگی سے اسے دیکھا۔ التمش کو اب اس کے دوست سہارا دیئے کھڑا کر رہے تھے۔ ان دونوں نے وہاں سے بھاگ جانے میں ہی عافیت جانی تھی۔ ایک نے پلیٹ مار کر بے ہوش کر دیا تو دوسری نے تھپڑ مار کر واپس ہوش دلا دیا۔ کمی تو دونوں نے ہی نہیں چھوڑی تھی کوئی۔ اف!

www.novelsclubb.com

***

یہ ایک خوبصورتی سے سجے لان کا منظر تھا۔ مغرب ڈھل چکی تھی۔ آسمان گہرے جامنی رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ تاریک فلک تلے برقی قمقموں سے سجے اسٹیج پر میرال اور کامل بیٹھے تھے۔ ان دونوں نے آف وائٹ رنگ کے لباس زیب تن کر رکھے تھے۔ میرال کے گرارے پر سنہری

رنگ کا کام ہور کھا تھا جبکہ کامل نے آف وائٹ کرتے پاجامے پر سنہری واسکٹ پہن رکھا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے بالکل ماہ کامل کی مانند لگتے تھے،یوں جیسے ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہوں۔

اسٹیج کے سامنے قریب ہی لگی میز کے گرد ایمان، ہانااور ثمرین بیٹھی ہوئی تھیں۔ایمان ہلکے سرمئی رنگ کی پیروں کو چھوتی فراک پہنے، بالوں کو نچلے جوڑھے میں مقید کیے ہوئی تھی۔کانوں میں چھوٹے چھوٹے آویزے پہنے، دوپٹے کو شانوں پر پھیلائے، ہلکے میک اپ کے ساتھ وہ پیاری لگ رہی تھی۔اس کے برابر میں ہی گہرے سبز رنگ کا ہلکے کام والا جوڑا پہنے ہانا بیٹھی تھی۔سر کے گرد کپڑوں کا ہم رنگ دوپٹہ ڈال رکھا تھا جس کی اوٹ سے بھورے بالوں کی چند لٹیں نکل کر رخساروں پر جھول رہی تھیں۔ایونٹ کی مناسبت سے ہلکا میک اپ کیے وہ اپنے لک کے ساتھ انصاف کر رہی تھی۔چہرے پر ہلکی مسکراہٹ سجائے وہ سر اٹھائے اسٹیج پر بیٹھے دلہا دلہن کو دیکھ رہی تھی۔

ان کے عین سامنے ثمرین بیٹھی چہرہ جھکائے موبائل پر مصروف نظر آتی تھی۔ پیچ رنگ کے لباس میں ملبوس، وہ بھی حسین لگ رہی تھی۔ جبھی اس نے لاشعوری طور پر سر اٹھا کر ایک جانب دیکھا تو آنکھیں جیسے ٹھہر سی گئیں۔ ان سے کافی فاصلے پر رکھی ایک میز کے گرد چند لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہی میں جبران بھی تھا۔ ثمرین کے دیکھتے ہی اس نے بھی آنکھیں اٹھا کر اس جانب دیکھا، اور پھر وہ جیسے حیران ہوا۔ سر کے خم سے دوستوں سے ایکسکیوز کرتا وہ کھڑا ہوتا ان کی طرف آنے لگا۔ ثمرین تیزی سے ایمان کی جانب جھکی۔

"ایمان، جبران بھی یہاں ہے۔"، اس نے حیرت سے کہا تو ایمان نے بھی بے ساختہ سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ سامنے سے واقعی وہ چلتا ہوا ان کی جانب آرہا تھا۔ ایمان بھی حیران ہوئی تھی۔ ان کی میز تک پہنچ کر جبران نے سر کو ہلکا سا خم دیتے ان تینوں کو سلام کیا۔

"وعلیکم السلام۔ تم یہاں؟"، ثمرین نے پوچھا تو اس نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلا دیا۔

"ہاں میں کامل کا دوست ہوں۔ حیدرآباد میں ساتھ پڑھا ہے ہم نے۔"، وہ بولا تو ان تینوں کو ہی حیرانی ہوئی۔

"آیئے بیٹھیں ناں آپ۔"، ایمان نے ایک جانب رکھی خالی کرسی کی طرف اشارہ کیا تو وہ سادگی سے مسکراتا ہوا وہاں بیٹھ گیا۔

"اکیلے آئے ہیں آپ؟"، ایمان نے پوچھا تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"دوست کے ساتھ آیا ہوں۔ وہ بیٹھا ہے وہاں۔"، اس نے دور اپنی میز کی طرف اشارہ کر کے کہا تو اس نے سر ہلا دیا۔

"آپ لوگ کیسے جانتے ہیں کامل کو؟"، جبران کے پوچھنے پر ایمان مسکرائی تھی۔

"کامل اور میرال، دونوں میرے بچپن کے دوست ہیں۔"

"اوہ۔۔۔ چلو یہ تو ٹھیک ہے۔"، سمجھ کر سر ہلاتے ہوئے وہ ثمرین کی جانب گھوما تھا۔ "تم کیوں بیگانی شادی میں ثمرین دیوانی بن کر آئی ہو؟"، وہ اتنی سنجیدگی سے بولا تھا کہ پانی پیتی ثمرین کو پھندا ہی لگ گیا۔ کھانستے ہوئے اس نے ایمان اور ہانا کو دیکھا تو وہ منہ پر ہاتھ رکھے بمشکل اپنی ہنسی روک رہی تھیں۔ پھر اس نے خفگی سے جبران کو دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"میرال سے دوستی ہے میری۔اس نے بلایا ہے بھئی۔"، جبران نے سمجھتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

" صحیح صحیح۔ورنہ میں یہی سوچ رہا تھا کہ تم ایویں کسی شادی میں کھانا بٹورنے تو نہیں آگئی۔"، وہ ذرا افسوس سے بولا تو ثمرین نے چچ چچ کرتے سر ہلایا۔کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا یہ بندہ اس کو تنگ کرنے کا!

چند مزید باتیں کر کے وہ واپس چلا گیا تو ہانا ایمان کے کان کے پاس جھکی۔

"نکاح کب ہو گا بھئی؟ مجھے چھوارے کھانے ہیں۔"، ثمرین کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ایمان نے بھی ہنستے ہوئے سر نفی میں ہلایا۔

"توبہ ہے، بھوکی۔ قاضی صاحب آئیں گے تو ہو جائے گا نکاح۔"،اس کے کہنے پر ہانا نے ناک سکیڑی۔

www.novelsclubb.com

کچھ ہی دیر میں قاضی صاحب آ گئے تو کامل اور میرال کے سبھی قریبی لوگ اسٹیج کے گرد جمع ہو گئے۔ اسٹیج کے ایک طرف ایمان، ہانا اور ثمرین بھی کھڑی تھیں۔ سروں پر دوپٹے لے رکھے تھے۔

قاضی اب کچھ کلمات ادا کر رہے تھے۔ ہانا نے لب دبائے ایمان کے کان میں ہولے سے سرگوشی کی تھی۔

"ایک ہی جین ون کرش تھا۔ اسے بھی تمہاری دوست لے اڑی۔"، اس نے باقاعدہ افسردہ لہجہ بنا کر کہا تو ایمان ہنس دی۔

"ابھی نہ ہنساؤ مجھے۔ اسٹیج پر ہنسنے لگ گئی تو سب مجھے اسٹیج سے کک آؤٹ کر دیں گے۔"، وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر مسکراہٹ چھپا کر بولی تو ہانا نے افسوس سے سر ہلایا۔

"میرے جذبات پر ہنس رہی ہو تم!!! یہ امید نہیں تھی مجھے تم سے۔"، وہ دکھ سے بولی تو ایمان نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"تم واقعی دکھی ہو؟"، اس کا انداز سوالیہ تھا۔ ہانا نے فوراً ہی دنیا جہان کی افسردگی چہرے پر سجائے آنکھیں پٹپٹائی تھیں۔

"نہیں لگ رہی کیا؟"، اس نے سر جھکا لیا تھا۔ ایمان نے تفتیشی نظروں سے اسے دیکھتے اس کی ٹھوڑی دو انگلیوں سے اٹھائی۔ پھر چہرے پر ایک تفصیلی نظر ڈال کر سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں تو۔"، اس کے سنجیدگی سے کہنے پر ہانا نے ناک بھوں چڑھائی۔

"میں دکھی ہوں۔ سمجھی؟"، وہ خفگی سے بولی تو ایمان مسکرا دی۔

"ڈرامہ۔"، سر جھٹکتے ہوئے بولی۔

"میرال خان بنت احمد خان، آپ کا نکاح محمد کامل ولد محمد کریم سے حق مہر پانچ لاکھ روپے سکہ رائج الوقت پڑھایا جاتا ہے، کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"، قاضی نے میرال سے پوچھا تو ہانا فوراً سے ایمان کے کان کے پاس جھکی۔

"اف میرال۔ یو ڈیزرو بیٹر۔ کے کے کو میرے لیے چھوڑ دو۔"، ہانا آنکھیں میچ کر ڈرامائی انداز میں بولی تو ایمان نے اسے کہنی سے ٹھوکا دے مارا۔ "سدھر جاؤ۔"

"قبول ہے۔"، میرال کی ہلکی سی سرگوشی پر کامل نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔ وہ سر جھکائے اپنی گود میں دھرے مہندی سے سجے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی نظریں خود پر محسوس کر کے اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، پھر ہلکا سا مسکرا دی۔

قاضی کے دوبارہ پوچھنے پر اس نے یونہی کامل کو دیکھتے ایک بار پھر اسے قبول کیا۔ اس کے دل نے ایک دھڑکن مس کی تھی۔ اس لمحے کا کتنا انتظار کیا تھا اس نے۔ ایک وقت تھا کہ یہ پل اسے ناممکن لگتے تھے۔ اور آج وہ پل پورے ٹھاٹھ سے اس کے سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے۔

"قبول ہے۔"، میرال کے آخری بار کہنے پر ہانا نے اف کرتے ایمان کے شانے پر سر ٹکایا تھا۔

"یہ کیا ہو گیا میرے ساتھ!"، وہ افسوس سے آنکھیں بند کرتی بولی تو ایمان نے کھلکھلا کر اس کو گلے لگایا۔ "اچھا بس۔"

"کیسے کروں بس؟ آخر کیسے؟"، وہ ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تو اب کی بار ثمرین اس کی جانب مڑی۔

www.novelsclubb.com

"دیکھو کتنے پیارے لگ رہے ہیں دونوں۔ تمہارا پرنس چارمنگ کامل سے زیادہ چارمنگ ہوگا، دیکھنا۔"، وہ مسکراہٹ دبائے بولی تو ہانا نے سر نفی میں ہلایا۔

"کوئی نہیں سمجھے گا میرا دکھ۔"، کہتی وہ اسٹیج سے نیچے اتر گئی تو ایمان اور ثمرین ہاتھ پر ہاتھ مارتی ہنس دیں۔

"بہت بڑی ڈرامہ ہے یہ۔"، ثمرین کے کہنے پر ایمان نے سر اثبات میں ہلایا۔

"بے شک!"

وہ اسٹیج کے گرد جمع رش میں سے راستہ بناتی بمشکل نکلی تو یکدم ہی حیرت سے رک گئی۔ سامنے ہی التمش کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر پل بھر کو حیران ہوا اور پھر مسکرا دیا۔

"کیسی ہیں آپ؟"، وہ پشت پر ہاتھ باندھے اس کے ذرا قریب آیا۔ ہانا نے کوفت سے سر جھٹک کر قدم اپنی میز کی جانب بڑھائے۔ وہ نشست پر بیٹھی تو یکدم ہی اس کے سامنے والی کرسی گھسیٹ کر وہ بھی بیٹھ گیا۔ ہانا نے لب بھینچے تھے۔

"یہاں کیوں بیٹھ رہے ہو؟"، وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی تو وہ مسکرا دیا۔

www.novelsclubb.com

"آپ بھی اکیلی، میں بھی اکیلا۔"، وہ شرارتی انداز میں آنکھیں مٹکاتے ہوئے بولا تو ہانا نے ایک ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں تو اپنی مرضی سے اکیلی بیٹھی ہوں۔ تم کیوں اکیلے ہو؟"، وہ سنجیدگی لہجے میں سموئے بولی تو وہ مسکرا دیا۔ ایک تو یہ آدمی مسکراتا بہت تھا! ہونہہ!

"کیونکہ آپ اکیلی ہیں۔"، وہ اسی مسکراتے انداز میں سرعت سے بولا تو ہانا نے اب کے چہرہ اسٹیج کی جانب موڑ لیا۔ کن اکھیوں سے وہ دیکھ سکتی تھی کہ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ ٹھوڑی ہتھیلی پر ٹکائے، بڑی فرصت سے۔ چند پلوں بعد اس نے تنک کر رخ اس کی جانب کیا تھا۔

"دیکھو مسٹر۔ اس دن میں نے تمہیں تھپڑ مارا تھا، اور اس کے لیے میں سوری بھی ہوں۔۔۔ مگر اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ تم مجھے ایسے دیکھتے رہو گے۔ میں شرما جاتی ہوں۔"، ہاں آخری جملہ اس نے دل ہی دل میں کہا تھا۔ التمش نے اسی انداز میں بیٹھے بیٹھے آنکھیں جھپکائی تھیں۔

"مگر میں آپ کو تھوڑی دیکھ رہا ہوں۔"، کہتے ہوئے وہ سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ ہانا کے چہرے پر ناسمجھی ابھری۔ التمش نے آنکھوں سے ہانا کے پیچھے کی طرف اشارہ کیا تو اس نے بے اختیار سر

موڑا۔التمش پہلی فرصت میں وہاں سے اٹھ کر بھاگا تھا۔کون جواب دے اب اپنی پسندیدہ عورت کو؟

چندپل نگاہیں ادھر ادھر بھٹکانے کے بعد ہانا نے واپس سے چہرہ موڑا تو اسے غائب پایا۔وہ کچھ لمحوں کے لیے تو جیسے ساکت وحیرت زدہ سی خالی نشست کو دیکھے گئی، پھر ایک دم سے سر جھٹک کر ہنس دی۔کچھ لمحات بعد وہ مسکراتی ہوئی اٹھ کر واپس سے اسٹیج کی جانب بڑھ گئی۔

کچھ فاصلے پر بھیڑ میں ملے التمش نے اس کا یوں ٹھہر کر ہنسنا دیکھا تھا۔اور باخدا! یہ منظر اس کے ذہن کے دریچوں میں ہمیشہ کے لیے نقش رہنا تھا۔

"رفتہ رفتہ ہولے ہولے

دل کو چرایا تم نے،

دل کو پتا بھی نہ چلا۔۔۔"، دھیرے دھیرے گنگناتا ہوا وہ مسکان لبوں پر سجائے مڑ گیا تھا۔

★★★

وہ تینوں چلتی ہوئی ان کے قریب آئیں تو میرال کھڑی ہو کر ان سے گلے ملی۔ایمان نے نم آنکھوں سے اس کی پشت تھپتھپا کر کامل کو دیکھا تھا۔

"میں تم دونوں کے لیے بہت زیادہ خوش ہوں۔اللہ اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل کرے تم دونوں پر۔"، وہ دل سے بولی تو دونوں آمین کہتے مسکرا دیئے۔پھر وہ تینوں میرال کے برابر میں رکھے ڈبل صوفے پر گھس کر بیٹھ گئیں۔

"میرال۔تمھیں یہی ملا تھا کیا؟ اتنی پیاری ہو تم۔"، ہانا نروٹھے پن سے بولی تو میرال سمیت کامل نے بھی چہرہ اس کی جانب موڑا۔وہ بے اختیار سٹپٹائی تھی۔کیا اس نے زیادہ زور سے بول دیا تھا؟

www.novelsclubb.com

"میں بھی تو پیارا ہوں۔"، کامل حیرت سے بولا تو ہانا نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"ہاں ہاں۔مذاق کر رہی تھی بس۔"، ایمان کی گھوری نظر انداز کرتے ہوئے وہ جھینپ کر بولی تھی۔ادھر ادھر کی چند باتوں کے بعد ایک بار پھر وہ میرال کے ذرا قریب ہوئی۔اور اب کی بار آواز انتہائی دھیمی کر کے وہ کہنے لگی۔

“You deserved better, Miraal.”

اس کی بات پر میرال زور سے ہنس پڑی۔

"پتا ہے مجھے۔ مگر کیا کریں، محبت اندھی ہوتی ہے۔"، وہ مسکراتے انداز میں بولی تو ہانا بھی مسکرا دی۔اور کر بھی کیا سکتی تھی وہ ابھی؟

★★★

اس دوپہر وہ دونوں کلاسس سے فارغ ہو کر درخت کے نیچے لگی بنچ پر آ بیٹھی تھیں۔ایک دوسرے کے مقابل۔آلتی پالتی مارے۔ایمان رجسٹر میں سر دیئے بیٹھی کوئی کام کر رہی تھی جبکہ ہانا دھیمی آواز میں ہلکے سے گنگناتی آس پاس نظریں گھما رہی تھی۔پچھلی بنچ پر چند لڑکے بیٹھے تھے جن میں سے ایک اس کے عین پیچھے کچھ ہی فاصلے پر بیٹھا تھا۔یوں کہ اگر وہ ذرا بھی پیچھے ہوتی تو اس سے ضرور ٹکرا جاتی۔

وہ وہی گانا گا رہی تھی۔۔۔ہاں وہی۔۔۔

"آپ کا ہی کہنا بنتا۔۔۔کہہ دوناں۔"

"کہہ دوں کیا؟"، ایمان نے نرمی سے سر اٹھا کر لبوں پر مسکراہٹ دبائے ابرو اچکا کر کہا تو ہانا نے منہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر سر نفی میں ہلایا۔

"میں شرما کے کہہ دوں گی۔۔۔میں نے بھی دل دیا۔۔۔

آنکھوں آنکھوں کا مسئلہ۔۔۔اچھا تھا۔۔۔"

اس نے نگاہیں اٹھا کر ایمان کو دیکھا، پھر رجسٹر اس کے ہاتھ سے جھپٹا۔

"میں یہاں گا رہی ہوں۔ تم رجسٹر میں منہ دیئے بیٹھی ہو۔"، اس نے رجسٹر ایک طرف کو رکھتے ہوئے خفگی سے کہا تو ایمان نے ٹھوڑی تلے ہتھیلی رکھ کر فرصت سے اسے دیکھا۔

"میری سماعت آپ کی جانب ہی لگی رہتی ہے، سچی۔"، ہانا نے ہونہہ کرتے پھر سے گلا کھنکارا تھا۔

"اب لے جاؤ اپنا بنا کے۔۔۔مجھے میری جاں۔۔۔"، پیچھے بیٹھا لڑکا سر ہلکا سا جھکاتے ہوئے آنکھیں بند کیے ہولے سے مسکرایا۔ اس کی مسکراہٹ خوبصورت تھی۔

"بیوٹی۔ کیا گاتی ہیں آپ۔"، ایمان نے ہاتھ جھلا کر مر مٹنے والے انداز میں کہا تو دونوں ہی زور سے ہنس دیں۔

"زیادہ ہو گیا اب بس۔"، ہانا بولی تو ایمان نے کمر پر دونوں ہاتھ رکھے۔

"میں جھوٹ نہیں بولتی۔ میں تم تھوڑی ہوں۔"

"اچھا مطلب میں جھوٹ بولتی ہوں؟"، ہانا نے خفگی سے کہتے پیر بنچ سے نیچے اتارے تھے۔

"ٹھیک ہے بھئی ٹھیک ہے۔"، وہ افسوس سے سر ہلاتی بولتی ہوئی اٹھی تو ایمان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوبارہ بٹھایا۔

"مذاق کر رہی تھی میں تو یار۔"

"ہونہہ۔"، وہ دونوں دھیمی آواز میں بڑبڑاہٹ کر رہی تھیں۔ ہانا نے ہاتھ میں پکڑا چپس کا پیکٹ کھول کر چند چپس منہ میں رکھے۔ چپس کھاتی ہوئی وہ ایمان سے ناراضگی کھیل رہی تھی جب اس کے پیچھے بیٹھا لڑکا آہستہ سے کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ ان کی طرف نہیں تھا۔

www.novelsclubb.com

"لے جاؤں دل کو تیرے۔۔۔ پلکوں پہ میں بٹھا کے۔۔۔"، وہ گٹار کے ساز پر متوازن آواز میں یکدم ہی گانے لگا تو ہانا کی آنکھیں ایک جھٹکے سے پھیلیں۔ چپس یکدم ہی گلے میں پھنسے تھے۔اس کے سب دوست اب ہوٹنگ کر رہے تھے۔پل بھر کو تو ایمان بھی ٹھہری تھی مگر ہانا کی حالت دیکھتی وہ اگلے ہی پل اپنی ہنسی کی تاب نہ لا سکی۔ان دونوں سے بے نیازی برتے وہ اب بھی گا رہا تھا۔

"خوشی تیری میں بن جاؤں۔۔۔ دکھ میں بھی تیرا ساتھی ہوں۔۔۔"، گاتے ہوئے وہ آہستہ سے ان دونوں کی جانب مڑا۔پلیکٹرم سے تاریں چھیڑتے، گٹار کو خم دیئے، وہ ڈریس شرٹ اور سیاہ لیدر پینٹ پہنے غضب لگ رہا تھا۔اس کے چند دوست اب اٹھ کھڑے ہوئے ستائش سے اسے سراہ رہے تھے۔وہ مسکرایا تھا۔ہانا کی اس کی طرف پشت تھی۔ایمان کبھی اسے دیکھتی تو کبھی ہانا کے چہرے کو۔اب وہ مزے سے چلتا ہوا ان کے سامنے آگیا۔

"تیرا ایسے شرمانا۔۔۔ زلفوں کا لہرانا۔۔۔"، ہانا نے منہ کھولے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔وہ ان دونوں کی بینچ کے سامنے کھڑا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ایسی تیری ادائیں، کٹ گئی ہیں تو جان۔۔۔"، اب کے اس نے سر ہلکا سا جھکائے سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ پھر دلفریبی سے آنکھ مارتا وہ مڑ کر آگے بڑھ گیا۔ اس کے دوست بے اختیار ہی جوش سے چلاتے اس کے پیچھے دوڑے تھے۔ پیچھے وہ چند پل ساکت سی، بے یقینی کی کیفیت میں گھری تھی۔ پھر ایک دم سے ہنس پڑی۔

"اے۔ تم ہنسی کیوں؟"، ایمان تیور اکر بولی تو ہانا یکدم ہی خجل ہوئی۔

"میں کب ہنسی؟"

"تم ہنسی تھی۔"

"ارے میں کیوں ہنسوں گی؟"، ہانا حیران ہونے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

"اس نے کچھ کیا۔"، ایمان نے آنکھوں سے دور جاتے التمش کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"کس نے؟"

"اس نے۔"

"اس نے کس نے؟"۔لا علمی؟ وہ تو تمام ہوتی ہے ادھر جناب۔

"وہی جس کی وجہ سے تم ہنسی۔"

"میں کب ہنسی؟"

"ابھی۔"

"نہیں تو!"

"ہاں تو!"

"زبردستی ہے کیا بھئی؟"

"ہاں بھئی۔"، دوبدو جوابات دیتی وہ دونوں ہی ہار ماننے کو تیار نہ تھیں۔اور ان دونوں سے کافی فاصلے پر اپنے دوستوں میں گھرا، آگے ہی آگے جاتا التمش مست انداز میں اب بھی گنگنا رہا تھا۔

"تو میری رازداں رہے۔۔۔میں تیری ٹھنڈی چھاؤں۔۔۔"

***

www.novelsclubb.com

ہسپتال کا یہ کمرہ سفیدی میں گویا نہایا ہوا تھا۔ قد آدم کھڑکی کے شیشوں سے روشنی چھن کر آتی، سفید ماربلز پر منعکس ہو کر ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ چند دنوں پہلے ہی اس کا آپریشن ہوا تھا۔ اور آج ڈاکٹر نے اس سے کہا تھا کہ اس کا واکنگ سیشن ہے۔ اسے ایک واکر (walker) فراہم کیا گیا تھا۔ حسنہ اس کے ساتھ ہی تھی۔

جب وارڈ بوائے نے اسے ایک ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا ہونے میں مدد دی تو یوں محسوس ہوا گویا وہ ہوا میں پیر رکھ رہا ہو۔ پیروں کے تلوے ہلکا سا درد کرنے لگے۔ اس نے وارڈ بوائے کا ہاتھ تھامے چہرہ اٹھا کر ایک طرف کھڑی حسنہ کو دیکھا۔ وہ آنکھوں میں نمی لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ یوں جیسے کسی بھی وقت رونے کو تیار بیٹھی ہو۔ وہ لرزتا وجود لیے اب واکر پکڑے خود سے چل رہا تھا۔ چند چکر لینے کے بعد ہی واکر لے کر اسے ایک اسٹک تھما دی گئی۔ اس نے کمرے کی لمبائی میں فاصلہ طے کرتے چند اور قدم جمائے تھے۔ آخر کار اس سے اسٹک بھی لے لی گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے ایک نظر ڈاکٹر کو دیکھا۔وہ نرمی سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔وارڈ بوائے بھی چند ہی قدموں کے فاصلے پر کھڑا تھا۔اس نے پہلا قدم ماربل کے چکنے فرش پر دھرا تو بے ساختہ ہی لرزتی پلکیں اٹھا کر ڈاکٹر کو دیکھا۔

"میں گر جاؤں گا،ڈاکٹر۔"،پھر اس نے نگاہیں پھیر کر حسنہ کو دیکھا۔وہ آگے بڑھنے لگی تھی۔

"میں گر رہا ہوں،حسنہ۔"،اس نے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو حسنہ مزید آگے ہوئی۔

"نو۔"،ڈاکٹر کی سخت سی آواز پر وہ ٹھہر گئی۔وہ سختی سے کہتے پشت پر ہاتھ باندھے ہوئے تھے۔

"ایسے ہاتھ باندھیں آپ بھی۔"،حسنہ سے کہا تو اس نے بیچارگی سے دیکھا۔

"وہ گر جائے گا،ڈاکٹر صاحب۔"،اس کے چہرے پر تفکر تھا۔

"اب نہیں گرے گا۔۔بلیومی۔"،وہ بولتے ہوئے نرمی سے مسکرائے۔

روحان نے بھوری آنکھوں میں ڈھیروں آنسو لیے قدم اٹھائے۔ایک۔۔۔دو۔۔۔تین۔۔۔وہ نہیں گرا تھا۔وہ چل رہا تھا۔وہ کئی ماہ بعد آج بغیر سہارے کے چل رہا تھا۔آنسو گالوں پر سے

www.novelsclubb.com

تیزی سے لڑھکتے جارہے تھے۔ حسنہ کا حال بھی کچھ مختلف نہ تھا۔ وہ منہ پر ہاتھ رکھے اپنی آواز دبا رہی تھی۔ ڈاکٹر بہت فخر سے سر اٹھائے روحان کو مزید قدم اٹھاتے دیکھ رہے تھے۔

"میں نہیں گر رہا، حسنہ۔"، وہ بے یقینی سے آنکھیں رگڑتے ہوئے بولا تو حسنہ نے تیزی سے سر ہلایا۔ کچھ دیر بعد وہ پلنگ پر بیٹھا چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرتے ہوئے بار بار اپنے آنسو رگڑ رہا تھا۔ ڈاکٹر اس کے سر پر کھڑے نرمی سے کچھ بول رہے تھے۔

"اب آپ بغیر سہارے کے چلیں گے، مسٹر روحان۔ گر جائیں تو کوئی بات نہیں۔ آپ کو واپس اٹھنا آتا ہے۔"، روحان نے شدت جذبات کے عالم میں سر اثبات میں ہلایا۔ سب کے جانے کے بعد حسنہ تیزی سے آگے بڑھتی اس کے برابر میں بیٹھی تو روحان نے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔ کچھ پلوں تک دونوں ہی روتے ہوئے اپنے آنسو سنبھالتے رہے، پھر یکدم ہی وہ آگے بڑھ کر اس سے آلگا تھا۔

"شکریہ حسنہ۔۔۔ شکریہ میرے ساتھ ہونے کے لیے۔"، وہ اس کے شانے پر سر ٹکائے باآوازِ بلند روتے ہوئے بول رہا تھا۔ حسنہ نے اس کی پشت تھپکی۔

"آئی کانٹ بلیواٹ۔"، وہ بے یقینی سے بول رہی تھی۔ دونوں کے شانوں پر آنسو گرتے جا رہے تھے۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے آنسو سمیٹنے کے لیے بنائے گئے تھے۔ اور زندگی کے بہت سے امتحان یوں ہی آ کر چلے بھی جاتے ہیں۔ اور جب سب صحیح ہو جاتا ہے تو انسان ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہے، یہ سوچ کر کہ کیا کبھی کچھ برا ہوا بھی تھا؟ یا بس وہ ایک برا خواب تھا؟ جو آنکھ کھلنے پر غائب ہو گیا؟

***

تاریک جیل کے سیلز کو نظر انداز کرتے اگر ہم وی آئی پی جیلوں کا منظر دیکھیں تو کچھ پلوں کے لیے تو جیسے دنگ رہ جائیں۔ صاف ستھرے کمرے، جن میں ہر سہولت موجود ہوا کرتی ہے۔ ٹی وی، موبائل سے لے کر اے سی تک، سب کچھ وہاں موجود ہوتا ہے۔ انہی میں سے ایک سیل کا یہ منظر تھا۔

نفاست سے بنے بستر پر وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا، بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ ایک ہاتھ سے فون کان سے لگا رکھا تھا جبکہ دوسرے سے سامنے آویزاں ٹی وی پر چینلز بدل رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

سادہ سے قمیض شلوار میں ملبوس، آنکھوں پر چشمہ ٹکائے۔وہ کوئی مجرم تو نہیں لگتا تھا۔سب سے بڑھ کر اس کے چہرے کا وہ اطمینان تھا۔

"اس لڑکی کو ایک بار میں سمجھ نہیں آئی۔وہ اب بھی اپنا کیس واپس لینے کے لیے تیار نہیں ہے۔"،اگلی جانب سے سلیم کہہ رہا تھا۔زوالفقار کی آنکھوں میں نفرت چھلکی تھی۔

"اس کے بیٹے کو مار دو۔ساری اکڑ جھٹکے میں متزلزل ہو جائے گی۔"،اس نے سفاکیت سے ایک چینل لگاتے ریموٹ پلنگ پر رکھ دیا۔

"اوکے سر۔ابھی کرواتا ہوں یہ کام۔"

اس نے سر ہلاتے فون رکھا۔پھر ٹی وی کی اسکرین پر نظر آتی نیوز پر نگاہیں جمائے یونہی شیطانیت سے مسکرا دیا۔نیوز اینکر اپنے ازلی انداز میں بلند آواز میں بول رہی تھی۔

"گزشتہ رات ایک بار پھر زوالفقار بٹ کو ان کے آبائی گھر سے گرفتار کر کے سینٹرل جیل منتقل کر دیا گیا ہے۔معاملات سے آپ کو ہمارے نمائندے آگاہ کریں گے۔"،اب نمائندہ سینٹرل جیل کے باہر کھڑا تفصیلات بتا رہا تھا۔وہ آنکھوں میں وہی سرد سا تاثر لیے اسے دیکھے گیا تھا۔

***

وہ کمرے میں بیٹھی فون کان سے لگائے ہوئی تھی۔ سادہ سے قمیض شلوار میں ملبوس، بال کھلے چھوڑے۔ دوپٹہ ایک طرف پلنگ پر پڑا تھا۔ کچھ ہی فاصلے پر ارحہ سوئی ہوئی تھی۔ ارحم کا اسکول سے آنے کا وقت تھا۔ وہ منتظر سی، کال پر بات کرتی بار بار گھڑی پر وقت دیکھ رہی تھی۔ اگلی جانب سے صوفی کچھ کہہ رہی تھی۔

"اچھا ہوا کہ میرا اس سے سامنا نہیں ہوا۔"

"اگر ہوتا تو تم اس کی بلیک میلنگ میں آجاتی کیا؟"، غزل خفگی سے بولی تو اس نے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں۔ میں بس یہ نہیں چاہتی تھی کہ اس آدمی کو دیکھوں، اور پھر میرا دماغ خراب ہو۔ میں نے بہت بے سکونی جھیل لی، غزل۔ اب بس سکون چاہتی ہوں۔"، وہ جیسے بے بسی سے بول رہی تھی۔ غزل نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

"ایمل کیسی ہے؟ کیا ری ایکشن ہے اس کا ہر چیز پر؟"

www.novelsclubb.com

"وہ سنبھلی ہوئی ہے۔ حالانکہ نصیر سے کافی کلوز تھی وہ تو۔ مگر ایک بار بھی اس نے مجھ سے نہیں کہا کہ اسے نصیر کی یاد آرہی ہے۔ حتیٰ کہ جب وہ آیا تھا، تب اس نے مجھ سے پوچھا کہ مما، بابا آئے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! تو سر ہلا کر ہوم ورک کرنے لگی۔ ملی تک نہیں اس سے۔"، وہ جیسے حیرانی سے کہہ رہی تھی۔ غزل مسکرا دی تھی۔

"خیر، اگر وہ ملنا چاہے بھی تو مل لے۔ ہم کون سا اسے روک رہے ہیں؟"

"آہاں۔ ویسے بھی نصیر اس دنیا میں اگر حقیقتاً کسی سے پیار کرتے ہیں تو وہ صرف ایمل ہے۔ اس کے ساتھ تو وہ سچے ہی ہیں۔"، صوفی سادگی سے بولی تو کچھ پلوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ تب ہی غزل کی نظریں گھڑی کی جانب اٹھی تھیں۔ ڈھائی بج رہے تھے۔ ارحم دو بجے تک گھر پہنچ جاتا تھا۔ بے اختیار ہی بہت سی بے چینی عود کر آئی تھی۔ خدا حافظ کرتے اس نے فون رکھا اور ارحہ کو ہلکا سا تھپکتی کمرے سے باہر نکل آئی۔

لاؤنج میں ہی ثمرین فون کان سے لگائے کھڑی تھی۔ غزل کی طرف اس کی پشت تھی۔

www.novelsclubb.com

"کیا کہہ رہے ہیں یہ!"، وہ پریشانی سے بول رہی تھی۔اس کی آواز کپکپاہٹ کا شکار تھی۔غزل کا دل ڈوبا۔یقیناً کچھ تو غلط ہوا تھا۔

"ثم۔۔۔ثمرین۔"، پکار پر وہ بے اختیار اس کی جانب مڑی تو غزل کو اس کی اڑی رنگت نظر آئی۔اس کا چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟"،اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔کان جیسے سن پڑ چکے تھے۔جسم بھی۔

"ایکسیڈنٹ ہو گیا بہادر بھائی اور ارحم بابا کا۔کسی نے فائر کر کے ٹائر برسٹ کر دیا تھا۔"،وہ بولی تھی۔اور غزل کا تو سانس ہی حلق میں پھندا بن کر اٹک گیا تھا۔ایسے جیسے پیروں کے نیچے سے زمین سرک گئی ہو یا سر کے اوپر سے آسمان کھینچ لیا گیا ہو۔وہ بے اختیار چکرائی تو ثمرین نے آگے بڑھ کر اسے تھاما۔

"بہادر بھائی آپ کو لینے آرہے ہیں۔آپ ہسپتال جائیں۔ارحہ کے پاس میں ہوں۔"، وہ اب اسے صوفے پر بٹھاتی اندر جا کر اس کا عبایہ اور نقاب لارہی تھی۔غزل سناٹوں کی زد میں بیٹھی منہ پر ہاتھ رکھے غیر ہوتی حالت میں تھی۔یااللہ! یہ کیا ہو گیا تھا!

وہ کس طرح سے ہسپتال پہنچی، اسے کچھ خبر نہ تھی۔بس یاد تھا تو یہ کہ وہ قدموں سے سلب ہوتی زمین اور تپتی جھلساتی دھوپ میں اس روم کے باہر پہنچی تھی۔جہاں اندر اس کا بیٹا موجود تھا۔ شاید زندگی اور موت کے بیچ کہیں معلق؟

آنسو تھے کہ تھمتے نہ تھے۔لرزہ تھا کہ رکتا نہ تھا۔یوں جیسے ریت کی مانند زندگی ہاتھ سے پھسلتی چلی جارہی ہو۔اور وہ کچھ بھی کرنے سے قاصر ہو۔ڈاکٹر باہر آئی تو وہ تیزی سے اٹھتی لڑکھڑاتی ہوئی ان تک پہنچی اور بے اختیار انہیں شانوں سے تھاما۔

"کیسا۔۔۔ہے میرا۔۔۔بیٹا؟"، ڈاکٹر نے اسے بازو سے تھامے نرمی سے دیکھا۔وہ ترحم آمیز حالت میں تھی۔کوئی بھی دیکھتا تو رحم کھائے بنا نہ رہ پاتا۔

"ٹھیک ہے وہ اب۔اسٹیبل ہے۔رات تک ہوش آجائے گا انشاءاللہ۔فکر مت کریں۔"،اور غزل یونہی انہیں دیکھتی بمشکل نشست پر بیٹھ گئی تھی۔چند گہرے سانس لینے کی سعی کرتی وہ اگلے ہی پل منہ پر دونوں ہاتھ رکھے پھوٹ پھوٹ کر باآواز بلند رونے لگی تھی۔نرس نے ہی آگے بڑھ کر اسے تھاما۔ڈاکٹر اب بہادر بھائی کو مزید بریفنگ دیتی،ایک آخری نظر غزل کو دیکھتی جا چکی تھی۔

جبھی راہداری کو چیرتا کوئی دوڑتا ہوا آیا تھا۔اور آتے ساتھ ہی ایک دکھ بھری نظر اس پر ڈال کر تیزی سے وہ آکر غزل کے ساتھ بیٹھی تھی۔غزل نے چہرہ اٹھا کر ایک لحظے کو اسے دیکھا۔نیلی آنکھوں میں بہت سے آنسو جمع تھے۔اور اگلے ہی پل اس نے آگے بڑھ کر زور سے غزل کو خود میں بھینچا تھا۔

وہ اس میں سمٹ سی گئی۔وہ اب اسے گلے لگائے آہستہ سے اس کی پشت تھپک رہی تھی۔

"وہ ٹھیک ہے،غزل۔میری ڈاکٹر بشریٰ سے بات ہوئی ہے ابھی۔کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔"،وہ پیار سے اسے اپنے ساتھ لگائے بولی تو غزل یکدم ہی ذرا پیچھے ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"تم نے صحیح کہا تھا، زارا۔ ایک کو کھو دینے کے بعد باقیوں کو کھو دینا بہت اذیت ناک ہے۔ میں نے رمیص کو کھو دیا تھا۔ مجھے چاہیے تھا کہ جو باقی لوگ میرے پاس موجود ہیں، ان کی حفاظت میرے لیے پہلی ترجیح ہو۔ مگر میں نے یہ کیا کر دیا۔"، روتے ہوئے وہ سر دونوں ہاتھوں میں تھامے ڈھے سی گئی۔ زارا نے آگے بڑھ کر ایک بار پھر اسے تھاما۔ اسی لمحے بہادر بھائی ہاتھ میں دوائیوں کی شاپر اور ایک پانی کی بوتل اور گلاس لیے آئے تھے۔ شاپر نرس کو دیتے ہوئے انہوں نے بوتل زارا کو تھمائی۔

"یہ حق کی راہ تھی ناں، غزل۔ اور حق کی راہ میں تو مشکلات آتی ہیں ہیں۔ تم دیکھنا کہ اللہ انصاف کرے گا۔ وہ نہیں چھوڑے گا ظالموں کو۔"، اس نے گلاس میں پانی نکال کر غزل کو سیدھا کیا، پھر اسے پانی پلایا۔ اچھے دوست واقعی رزق ہوتے ہیں۔ نعمت ہوتے ہیں۔ وقت کا گزرنا اور رنجشوں کا آنا ان کے مابین تعلق کو ختم نہیں کیا کرتا۔ غزل کے گھر آنے کے بعد سے ان دونوں کی کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ زارا نے بس ارحہ کی پیدائش پر فون پر مبارکباد دے دی تھی۔ اب ایسے یوں وہ دس ماہ بعد مل رہی تھیں۔ اور بیچ سے ہر چپقلش جیسے دبے قدموں نکل گئی تھی۔

www.novelsclubb.com

ان سے کچھ ہی فاصلے پر کھڑے ستون کے پیچھے موجود پیغام رساں نے لب بھینچے کال ملائی۔اگلی جانب پہلی ہی گھنٹی پر کال اٹھالی گئی۔

"خطرے سے باہر ہے اب وہ۔"،اس نے مایوسی سے بتایا تو اگلی جانب جیسے خاموشی سی چھا گئی۔

"اچھا تم واپس آ جاؤ۔"،وہ سر ہلاتا خارجی راستے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

***

وہ ذرا فریش ہونے کے بعد زارا کے روم میں ہی چلی آئی تھی۔ارحم کو under observation رکھا گیا تھا اور کسی کو بھی ملنے کی اجازت فی الحال نہیں دی گئی تھی۔ارشد اور صوفی بھی خبر ملنے پر گھر سے نکل چکے تھے،بس پہنچنے ہی والے تھے۔

اس نے نقاب ہٹا دیا تھا۔کرسی پر بیٹھی وہ خاموش تھی۔اسی وقت دروازہ کھول کر زارا اندر داخل ہوئی۔سبز کرتی کے ساتھ فلیپر پہنے،بالوں کو نفیس سے جوڑے میں باندھے،سفید کوٹ پہنے وہ تھکی ہوئی لگتی تھی۔اپنی کرسی پر آ کر بیٹھی اور پھر جلدی سے ریموٹ لے کر اے سی کی رفتار بڑھائی۔

"کیسی ہو اب؟"، پانی کی بوتل منہ سے لگاتے ہوئے اس نے غزل کو دیکھ کر پوچھا۔اس کی آنکھیں رو رو کر گلابی ہو رہی تھیں مگر اب سوکھ چکی تھیں۔

"ٹھیک ہوں۔"، اس نے سر ہلایا۔

"ارحہ کیسی ہے؟"

"وہ بھی ٹھیک ہے الحمداللہ"

"اور باقی سب؟"

"سب ٹھیک ہیں، زارا۔ تم کیسی ہو؟"، اس نے اس کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا تو زارا ٹھہر سی گئی، پھر یکدم ہی مسکرا دی۔

"مجھے کیا ہونا ہے؟"

"یہ تو تم ہی بتاؤ گی ناں۔"

"بالکل ٹھیک ہوں میں۔ فٹ فاٹ۔"، وہ مسکرائی۔

"بچے اور اکبر بھائی کیسے ہیں؟"

"سب ٹھیک ہیں۔"، بولتے ہوئے اس نے کہنی میز پر ٹکائے ہتھیلی میں چہرہ دیئے اسے دیکھا۔

"ارحم کے ساتھ یہ زوالفقار بٹ نے کیا ہے؟"، اس کا انداز سادہ تھا۔ غزل نے سر اثبات میں ہلایا۔

"تو رپورٹ درج کرو پولیس میں اس کی۔"

"وہ پہلے ہی جیل میں ہے۔ اور مزید رپورٹ درج کر کے کیا کروں؟"

زارا نے خاموشی سے اسے چند پل دیکھتے رہنے کے بعد سر ہلایا۔

"کیا تمہیں ارحم سے ملنا ہے؟"، اس کی بات پر غزل نے بے صبری سے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"ہاں۔ مگر ڈاکٹر ملنے نہیں دے رہے۔"، اس نے بے بسی سے کہا تو زارا اٹھ کھڑی ہوئی۔ پھر گھوم کر اس کے پاس آئی اور اس کی کلائی پکڑے اسے اٹھایا۔

"چلو میرے ساتھ۔"، بولتے ہوئے وہ باہر کی جانب بڑھنے لگی تو غزل بھی چہرے پر نقاب چڑھاتی اس کے پیچھے ہولی۔ کچھ لمحات بعد دیکھا جاتا تو وہ آئی سی یو میں داخل ہو رہی تھی۔ آئی سی یو کے خواب ناک ماحول میں محض ڈرپ کے گرتے قطروں اور مشینوں کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ پہلے پورشن تک چلی آئی۔ پردہ سرکایا تو سامنے ارحم بستر پر لیٹا نظر آیا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ سر اور ہاتھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ گال پر ایک بہت ہی واضح سا، گہرا اور لمبا زخم کا نشان تھا، جس کے اطراف میں سرخ سی سوزش تھی۔ چہرے پر آکسیجن ماسک لگا ہوا تھا۔ غزل کے دل میں بے ساختہ ہی تکلیف اٹھی۔

اس نے قدم بمشکل اس کی جانب بڑھائے، پھر کرسی گھسیٹ کر اس کے بیڈ کے قریب رکھے وہ بیٹھ گئی۔

چند پل اسے دیکھتے رہنے کے بعد اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر ہولے سے اس کا ننھا سا ہاتھ احتیاط سے تھاما تھا۔ ہیزل آنکھوں سے ایک بار پھر ٹپ ٹپ آنسو گرتے چلے گئے۔ پہلے رمیص، اب

www.novelsclubb.com

کیا ارحم؟ وہ آج دوپہر سے خود سے یہ سوال بارہاں پوچھ چکی تھی۔ کیا ظلم کرنے والوں کو رحم نہیں آتا؟ ایک بچہ ہی تو ہے وہ!

ظالموں کے لیے ظلم ڈھانا کتنا آسان ہوا کرتا ہے ناں! اور سہنے والوں کے لیے سہنا اتنا ہی مشکل!

اس نے ابلتے آنسوؤں کو روکنے کی سعی کرتے ہوئے ذرا آگے ہو کر ارحم کا ہاتھ چوما، پھر یونہی جھکے جھکے ہاتھ پکڑے اپنے رخسار سے لگائے اسے دیکھے گئی۔ وہ رمیص کی پرچھائی تھا۔ صرف ظاہری صورت میں ہی نہیں، اپنی عادات واطوار میں بھی۔ اس کی پہلی اولاد۔ اس کا سکون۔

اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ارحم کو بھی یوں اس حالت میں دیکھنا پڑے گا۔ کتنا چھوٹا سا تھا وہ! رخساروں پر سے لڑھکتے آنسو ارحم کے ہاتھ پر گر رہے تھے۔ دبیز سی کڑوی خاموشی میں اس کے گہرے سانسوں کی آواز گھلی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر ارحم کا سر چوما۔ اس کا جسم ہلکا سا گرم تھا۔ شاید اسے بخار تھا۔ مگر صد شکر۔۔۔ شکر کہ وہ ٹھنڈا نہیں تھا۔ رمیص کے جسم کی طرح! ٹھنڈا اور سفاک!

www.novelsclubb.com

یادوں کا ایک بے ترتیب سار یلہ اس کے ذہن سے گزرا تھا۔ وہ لمحہ جب اس نے پہلی بار ارحم کو گود میں لیا تھا۔

اس کے پلنگ سے ذرا سا فاصلے پر ہی بے بی کاٹ میں ایک نو مولود بچہ پٹ آنکھیں کھولے چھت کو دیکھتا ہل جل رہا تھا۔۔۔اب وہ کسمسایا، پھر ایک دم ہی رونے لگا۔۔۔اب غزل نم آنکھوں سے رمیص کے ہاتھ میں موجود بچے کو دیکھ رہی تھی۔۔۔وہ ذرا آگے ہو کر احتیاط سے ارحم کو اس کے برابر میں لیٹا رہا تھا۔۔۔وہ تینوں کمرے میں اندھیرا کیے بیٹھے، مووی دیکھ رہے تھے۔۔۔اب وہ اس کے سلکی بالوں کو پونی میں باندھ رہی تھی اور رمیص پوری کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح اس ظلم سے اپنے بچے کو بچا لے۔۔۔وہ دونوں روز رات کو اس کے سر پر بیٹھے اسٹوری سیشن کرتے تھے۔ وہ انہیں بول بول کر تھک جاتی تھی کہ کمرے سے باہر جا کر کہانیاں سن سنالیں مگر وہ روہانسے ہوئے، ضدی بنے وہیں بیٹھے رہتے تھے۔

وہ یکدم ہی منہ پر ہاتھ رکھ کر پھپھک کر رو دی۔ کیسا موڑ لیا تھا اس کی زندگی نے! اس نے رمیص کے پیچھے باقی سب کو فراموش کر دیا تھا۔ اللہ نے اسے اب ان سب فراموش کی گئی

چیزوں اور انسانوں کی قدر جتائی تھی۔ اسے بتایا تھا کہ ہمارے پاس زندگی کے ہر ہر لمحے میں ایسا کچھ ناں کچھ موجود رہتا ہے جس پر اللہ کا شکر لازم ہوتا ہے۔ مگر ہم انسان ہی ہیں جو ناشکری کی چکی میں خود کو پیس پیس کر ختم کرنے کے درپر رہتے ہیں۔ دیر ہو گئی تھی، مگر یہ بات بالآخر سمجھ آ ہی گئی تھی۔

***

شام ڈھل رہی تھی۔ رات کی تاریکی آسمانی روشنائیوں پر غالب آنے لگی تھی۔ ایسے میں وہ اپنے کمرے میں لیپ ٹاپ میں سر دیئے بیٹھی تھی۔ یہ اس کی روٹین بن چکی تھی۔ وہ دن بھر کی جتنی بھی تھکی ہوئی ہوتی، رات میں بیٹھ کر پھر بھی ضرور لکھتی۔ ایسا لگتا تھا کہ اتنے سالوں سے سینے میں پلتی کثافت اب رفتہ رفتہ باہر نکل رہی تھی۔

تھک ہار کر گردن دائیں سے بائیں ڈھلکاتے ہوئے فائل سیو کر کے لیپ ٹاپ بند کیا، پھر بستر تک چلی آئی۔ بتیاں گل کیے اسے بستر پر لیٹے ابھی چند ہی ساعتیں گزری تھیں کہ سائیڈ ٹیبل پر پڑا اس کا فون تھر تھرایا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا تو اسکرین پر ثمرین کا نام جگمگ کر رہا

www.novelsclubb.com

تھا۔آہ چلو اچھا ہے اس نے خود ہی فون کر لیا۔ویسے بھی کل سے ان لوگوں میں سے کسی سے بات نہیں ہوئی تھی۔

"ہاں ہیلو۔۔۔السلام۔۔۔"،اس کا سلام ابھی آدھا بیچ میں ہی تھا جب اگلی طرف سے ثمرین کی آواز ابھری۔

"ارحم ہسپتال میں ہے،ایمان۔"،اور ایمان ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"کیوں؟کیا ہوا؟خیریت تو ہے؟"

"بہادر بھائی اسے اسکول سے لینے گئے تھے کل۔راستے میں گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔بہادر بھائی تو ٹھیک ہیں مگر ارحم کو بہت چوٹیں آئی ہیں۔ہم سب اتنے پریشان تھے کل سے کہ تمہیں بتانے کا خیال ہی نہیں آیا۔"،وہ پریشانی سے بول رہی تھی اور ایمان سر ہاتھوں میں دیئے بیٹھی رہ گئی تھی۔

"میں آ رہی ہوں ابھی۔"،وہ کمفرٹر ہٹاتی پلنگ سے اترنے لگی۔

"نہیں۔ کل آجانا آرام سے۔ اسٹیبل ہے اب اس کی حالت ویسے بھی۔ دعا کرو تم بس۔"، چند ایک اور باتیں کر کے ثمرین نے کال رکھ دی تھی۔ آج پھر اسے نجانے کس پہر نیند آنی تھی۔

***

ذوالفقار بٹ ملک بھر میں بدنام ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی سیاست تباہ ہو چکی تھی۔ اور وقت اختتام کو پہنچ چکا تھا۔ اسے کورٹ میں پھانسی سنائی گئی تھی مگر یہ بات تو سب ہی جانتے تھے کہ اسے سزا نہیں ملے گی۔ وہ حکومت اور فوج کا لاڈلا تھا۔ اور واقعی میں ہوا بھی یہی۔ تقریباً دو ہفتوں بعد وہ جیل سے باہر تھا۔ اس کے لیے سب ویسا ہی تھا مگر شاید بدلا ہوا بھی۔ اس کی ساکھ مٹی میں مل گئی تھی۔ لوگ اسے ملامت کرتے، گالیاں بکتے کوس رہے تھے۔ جب اس نے دیکھا کہ اب تو کسی صورت سب واپس پانا ممکن نہیں، تو اس نے اپنا گھر بار سمیٹے، باہر جانے کی تیاری شروع کر دی۔ انہی دنوں جانے سے پہلے ایک روز اسے ایک خبر موصول ہوئی۔

www.novelsclubb.com

کہ فوج اس کے خلاف ہو گئی ہے۔اسے اس سمے تو کوئی وجہ سمجھ آئی نہ راستہ۔وہ بس اتنا جان گیا تھا کہ اب اس کا دور ختم ہونے کے قریب ہے۔وہ بے چینی سے اپنے عالیشان محل میں ادھر سے ادھر چکر کاٹتا جا رہا تھا۔سلیم پاس ہی ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"میری ڈی جی صاحب سے میٹنگ ارینج کرواؤ، سلیم۔"، یکدم ہی وہ ٹھہر کر بولا تو اس نے حیرت اور نا سمجھی کے ملے جلے تاثرات لیے اسے دیکھا۔

"یہ آپ کے لیے نقصان دہ ہو سکتا ہے، سر۔"

"میں نے تم سے مشورہ نہیں مانگا، سلیم۔جو کہا ہے وہ کرو۔"، بولتے ہوئے وہ کرسی کھینچ بیٹھ گیا، پھر سر پیچھے پھینکے دو انگلیوں سے اپنا سر دبانے لگا۔اس کی حالت غیر لگتی تھی۔

"اوکے سر۔"، کہتے ہوئے سلیم آفس روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔پیچھے اس نے آنکھیں کھول کر اپنے سر پر پھیلے آسمان کو دیکھا تھا جو کہ سیاہ گہرے بادلوں سے ڈھکا تھا۔کچھ ایسی ہی سیاہی اسے اپنے وجود میں بھی گھلتی محسوس ہو رہی تھی۔یوں جیسے اندھیرے چاروں اور سے اسے گھیرتے

www.novelsclubb.com

سانسیں اس پر تنگ کرنے لگے ہوں۔ بے اختیار ہی اس نے اپنی ڈریس شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولے۔

***

اگلے دن۔۔۔

صبح کے پہر اس آفس روم میں شانتی سی تھی۔ ایک جانب رکھے صوفے پر ڈی جی صاحب اور زوالفقار بیٹھے تھے۔ زوالفقار کا چہرہ سنجیدہ اور خالی خالی سا لگتا تھا۔ جبکہ ان کے برعکس ڈی جی صاحب پُر سکون انداز میں صوفے کی پشت پر ہاتھ پھیلائے بیٹھے تھے۔

"آپ میری مدد کریں، سر۔ اس مشکل وقت میں آپ مجھے ایسے اکیلا کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ میں نے ہمیشہ آپ سے وفا نبھائی ہے۔"، وہ ایک ٹانگ مسلسل ہلاتے جیسے بے بسی سے بول رہا تھا۔

ڈی جی صاحب نے ایک نظر اسے دیکھا، پھر ہنس کر سر جھٹکا۔

"تم ایک بچھو ہو، زوالفقار۔ تم نے وفا نبھائی ہے ہم سے؟ وفا؟"، ان کا لہجہ سرد تھا۔ آنکھیں یخ ٹھنڈی۔ زوالفقار سنسنا گیا تھا۔

"صحیح کہتے ہیں کہ بچھو ڈنک مارنا کبھی نہیں چھوڑتا۔ کسی کے ساتھ بھی سچا نہیں ہوتا۔ تم فوج سے بھی غداری کر رہے تھے؟ تمہیں کیا لگتا ہے کہ ہمیں کچھ خبر نہیں تمہارے کسی بھی کام کی؟"، وہ سرزنش کرتے بولے تو اب کے زوالفقار کی آواز ہی جیسے حلق میں اٹک گئی۔ اسے بے اختیار کچھ ماہ پہلے بھارتی افسر سے ہوئی اپنی کال یاد آئی تھی۔ وہ کیسے بھول گیا وہ بات؟

"پاکستان کے راز بیچنے چلے تھے تم؟ شاید ابھی تک پاک فوج کی طاقت سے لاعلم ہی ہو۔"، بولتے ہوئے انہوں نے ایک فائل اٹھا کر سامنے میز پر پٹخی۔

"اٹھاؤ اور پڑھو اسے۔"، گرجدار آواز میں بولے تو زوالفقار نے کپکپاتے ہاتھ بڑھا کر وہ تھامی، پھر کھول کر نگاہوں کے سامنے کی۔ وہ بھارتی فوج سے لی جانے والی رقم کے ثبوت تھے۔ اس نے بمشکل صفحہ پلٹایا۔ اگلے صفحے پر ان دونوں کی کال کی ڈیٹیلز تھیں۔ آگے اور بھی کچھ تھا مگر اس میں سکت نہ رہی تھی مزید دیکھنے کی۔ کم پڑتی سانسوں کے ساتھ اس نے ڈی جی صاحب کو دیکھا۔

www.novelsclubb.com

"اپنی آزادی کے دن گننا شروع کر دو، زوالفقار۔"، وہ ٹھنڈے ٹھار انداز میں بولے۔اور زوالفقار تو بس نگاہیں فائل پر ہی گاڑے رہ گیا تھا۔کیا سب ختم؟ نجانے کن قدموں پر چل کر وہ آفس روم سے باہر آیا تھا۔سلیم سامنے ہی ریسیپشن پر کھڑا ریسیپشنسٹ سے مدھم آواز میں بات کر رہا تھا۔بھاری ہوتے سر اور دھندلاتی آنکھوں سے زوالفقار نے اسے دیکھا۔سلیم نے بھی اسی پل چہرہ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔

نگاہیں ملیں تو وہ یکدم ہی سیدھا ہوتا اس کی طرف دوڑا چلا آیا۔

"سر۔۔۔آپ ٹھیک ہیں؟"، وہ اسے سہارا دینے کو آگے بڑھا تو زوالفقار نے اسے دور دھکیلا۔ وہ ساکت کھڑا رہ گیا تھا۔اگلے ہی پل آگے بڑھ کر پوری قوت سے زوالفقار نے اس کے چہرے پر تھپڑ مارا۔وہ مار کر خود بھی لڑکھڑایا۔سلیم گال پر ہاتھ رکھے دھواں ہوتے وجود کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم نے۔۔۔سلیم۔۔۔تم نے دھوکا دیا مجھے؟"، وہ جیسے بے یقینی سے بلند آواز میں بولا۔آس پاس موجود چند ایک لوگ بھی وہاں جمع ہو گئے تھے۔سلیم سر نفی میں ہلا رہا تھا۔

www.novelsclubb.com

"نہیں سر۔۔۔میں نہیں۔"، مگر زوالفقار سن ہی کہاں رہا تھا؟وہ تیزی سے پلٹ کر داخلی دروازے کی جانب بڑھ گیا تو سلیم اس کے پیچھے دوڑا۔

"سر۔رکیں سر۔وہاں نہ جائیں۔"، وہ اس کے پیچھے دوڑتا بلند آواز میں اسے پکارتے بول رہا تھا مگر زوالفقار اس کی پکاریں ان سنی کرتا ایک جھٹکے سے شیشے کا دروازہ دھکیل کر باہر نکلا، اور پھر اگلے ہی لمحے جیسے ایک جھٹکے سے رک گیا۔سامنے سے پولیس کی نفری تیزی سے اسی جانب بڑھ رہی تھی۔ساتھ ہی میڈیا بھی موجود تھی۔اس کا سانس رک گیا۔اگلے ہی لمحے سلیم نے اسے کہنی سے تھام کر اندر کھینچا تھا۔پھر پیچھے دروازہ لاک کرتا وہ اسے لیے پچھلے دروازے کی طرف بڑھا تو سامنے سے ہی ڈی جی صاحب آتے دکھائی دیئے۔

"ڈی جی صاحب۔کچھ کریں پلیز۔"، سلیم زوالفقار کے آگے کسی ڈھال کی طرح کھڑا بول رہا تھا۔ڈی جی صاحب نے اسی سرد انداز میں اسے دیکھتے نفی میں سر ہلاتے آگے کھڑے ایک آدمی کو اشارہ کیا تو اس نے اگلے ہی پل دروازے کا لاک ہٹایا۔پولیس اہلکار سیلاب کے کسی ریلے کی مانند اندر داخل ہوئے تھے۔ سلیم زوالفقار کو بازو سے تھامے سن سا کھڑا، کبھی ڈی جی صاحب کو

www.novelsclubb.com

تو کبھی زوالفقار کی جانب بڑھتی نفری کو دیکھ رہا تھا۔زوالفقار تو جیسے اپنے حواس میں ہی نہیں تھا۔وہ گہری سانسیں لیتا خود کو بمشکل کھڑا رکھے ہوئے تھا۔اس کی آنکھیں سب دیکھ رہی تھیں۔اس کے کان سب سن رہے تھے۔پولیس افسران اب اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالے اسے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جا رہے تھے۔سلیم اندر ہی کہیں پھنسا رہ گیا تھا۔ڈی جی صاحب مائیک کے سامنے کھڑے میڈیا کے سوالات کے جوابات بڑی سہولت سے دے رہے تھے۔اس کے ہر گھٹیا کام پر سے پردہ ہٹا رہے تھے۔اس کے کانوں میں آوازیں پڑ کر بھی دماغ میں نہیں جا پا رہی تھیں۔یہ سب کیا ہو رہا تھا؟کیا یہی وہ تباہی تھی جو ایک شیطان کا مقدر ہوا کرتی ہے؟

وہی شیطان جو غرور و تکبّر کے بھرم میں لپٹا اپنی پوری عمر گزار دیتا ہے!جس کو اس کا غرور اتنا اندھا کر دیتا ہے کہ وہ حق کے خلاف بھی اپنا سر بلند رکھتا ہے!جو رب کے حکم پر سر نہیں جھکاتا۔

یہی ہوا کرتا ہے!جو رب کے حضور سر نہیں جھکاتا،اس کا سر پھر یوں ہی کٹ جاتا ہے۔غرور ایسے ہی مٹ جایا کرتا ہے۔اس کی ناموس پھر ایسے ہی غرق ہو جاتی ہے۔کسی فرعون کی طرح!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جو نیل میں غرق ہو جاتا ہے! یا پھر کسی یزید کی طرح! جو جہاں بھر کے لیے عبرت کا نشان بن جاتا ہے!

موسیٰ کامیاب ہو جاتا ہے۔ حسین تو پھر امر ہو جاتا ہے! ہمیشہ کے لیے زندہ!

***

"مما۔"، وہ غزل کے برابر میں لیٹا چہرہ اٹھائے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے ہسپتال سے ڈسچارج ہوئے کافی روز گزر گئے تھے۔ ویسے تو وہ ٹھیک تھا مگر زخموں کی ڈریسنگ اب بھی جاری تھی، خصوصاً اس کے چہرے کا وہ لمبا سا سرخ نشان جس پر اب سیاہ سی بد نما کھرچن جم گئی تھی۔ اس زخم کے علاوہ وہ پہلے سے کافی حد تک بہتر لگتا تھا۔

غزل نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا، پھر اسے ہولے سے تھپکتے ہوئے مدھم سا مسکرائی۔

"جی بچے؟"

"آپ مجھے بابا کی طرح کہانیاں نہیں سناتی ہیں۔"، وہ سادگی سے اسے دیکھتا کہہ رہا تھا۔ غزل نے ایک گہرا سانس لے کر بازو لمبا کر کے اسے خود کے قریب کیا، پھر دوسرے بازو پر اس کا سر رکھتی آہستہ سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی۔

"میں کوشش کرتی ہوں، ارحم۔ کہ کسی بھی طرح آپ کو بابا کی کمی محسوس نہ ہونے دوں۔۔۔ مگر میں نہیں کر پاتی یہ۔"، وہ جیسے شرمندگی سے بول رہی تھی۔ ارحم نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا پھر نرمی سے مسکرایا۔

"مجھے پتا ہے، مما۔ اسی لیے نہیں کہتا میں آپ کو۔"، وہ معصومیت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ غزل کی آنکھیں نم ہوئیں۔ اس نے بے ساختہ اس کا سر چوما۔

www.novelsclubb.com

"آئی ایم سوری، بیٹے۔"

"ڈونٹ بی۔"، ارحم نے اس کے گلے لگتے ہوئے اس کے رخسار باری باری چومے۔ پھر اسے ایک نظر دیکھا۔

"آپ بہت پیاری لگتی ہیں مجھے۔"، وہ بولا تو غزل زور سے ہنس دی۔

"مجھے آپ زیادہ پیارے لگتے ہو۔"، کہتے ہوئے اس نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔اس کے رخسار پر وہ بڑا سا نشان۔ وہ نشان ساری زندگی نہیں جانا تھا۔ وہ اس کے ساتھ ہمیشہ رہنا تھا۔ کسی بری یاد کی طرح! یا پھر شاید کسی ایسے پل کی یاد کی طرح جس نے ارحم رمیص کی بہادری اور مضبوطی دیکھی تھی۔ ہمت دیکھی تھی۔

***

اس بار جس جیل میں اسے لا پٹخا گیا تھا، اس نے اسے حقیقی معنوں میں بتایا تھا کہ جیل کہتے کسے ہیں۔ کائی زدہ دیواریں، چکنی پتھریلی زمین، زنگ آلود مضبوط سلاخیں۔۔۔ ہر شے اس کے حواس پر بے طرح بھاری بن کر ٹوٹ رہی تھی۔ ایک جانب بستر پڑا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھیں لیے دو قدم چل کر ہی رک گیا۔ مزید آگے بڑھنے کی ہمت نہیں تھی۔ نگاہوں کے سامنے اپنا عالیشان محل گھوما تو یکدم ہی وہ زمین پر بیٹھتا چلا گیا، پھر دونوں ہاتھ اطراف میں رکھے بلند آواز میں رونے لگا۔

www.novelsclubb.com

آس پاس کے سیلز میں موجود قیدی چہرے اٹھائے اسے دیکھ رہے تھے۔ کچھ حیران تھے تو کچھ مذاق اڑاتی نظروں سے اسے دیکھتے ہنستے جا رہے تھے۔ وہ سب سے بیگانہ بس ماتم کناں تھا۔ اس بربادی پر اس کا ماتم کرنا بجا تھا۔

★★★

تقریباً ایک ماہ بعد وہ اور حسنہ پاکستان لوٹ آئے تھے۔ روحان اب اچھا خاصا چل لیتا تھا۔ گو کہ وہ پہلے کی طرح بغیر لڑکھڑاہٹ کے نہیں چل رہا تھا، مگر وہ اپنے پیروں پر کھڑا تھا، بغیر سہارے کے چل رہا تھا، اس کے لیے فی الحال یہی نعمت تھی۔ ان کی فلائٹ کراچی لینڈ ہوئی تو کامل اور میرال انہیں ایئرپورٹ پر پک کرنے آئے۔ ان دونوں نے کل تک کامل کے یہاں اسٹے کرنا تھا، پھر پرسوں حیدر آباد کے لیے نکلنا تھا۔

ایئرپورٹ پر کامل سے بغل گیر ہوتے اس کے چہرے پر ایک گہری مسکراہٹ تھی۔ سادہ سی ڈریس شرٹ اور پینٹ پہنے، وہ اپنے پورے قد کے ساتھ کامل کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ کامل سے

www.novelsclubb.com

چند انچ لمبا تھا۔ شروع سے ہی جسامت میں بھی وہ اس سے بہتر رہا تھا، مگر پچھلے کچھ ماہ کے بعد آج اس کے سامنے کھڑا وہ قدرے کمزور لگ رہا تھا، مگر بہر حال مطمئن۔

حسنہ میرال سے گلے ملی تو وہ بھی مسکرا رہی تھی۔ آج اس نے سفید رنگ کی گھٹنوں سے ذرا نیچے آتی فراک کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ پہن رکھا تھا۔ بالوں کو دوپٹے سے ڈھک رکھا تھا۔

کہ تب ہی ایک طرف سے کسی کے قدم قریب آتے سنائی دیئے تو سب نے بے اختیار اس جانب دیکھا۔ سامنے سے ہی ایمان ان تک چلی آرہی تھی۔ روحان اس کو دیکھ کر کچھ پل ٹھہر سا گیا۔ اسے کامل کافی پہلے ہی کال پر ایمان کے بارے میں سب بتا چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ ٹھیک تھی، مگر آج اسے یوں محفوظ دیکھ کر اس نے بے ساختہ ہی اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔ وہ ان سب کے قریب آکر رکی۔ چہرہ اٹھا کر روحان کو دیکھا تو آنکھوں میں ڈھیر سارے آنسو امڈ آئے۔

میرال کے ساتھ کھڑی حسنہ خاموش تھی۔ اس کا چہرہ بھی خاموش تھا۔ اس کے دل و دماغ میں کیا چل رہا تھا، اندازہ لگانا مشکل تھا۔

"السلام علیکم روحان۔ کیسے ہو؟"، ایمان کی مدھم سی آواز ابھری۔

www.novelsclubb.com

"وعلیکم السلام۔ میں ٹھیک ہوں الحمداللہ۔ تم کیسی ہو؟"

ایمان چند پلوں تک چہرہ اٹھائے اسے دیکھتی رہی، پھر سر ہلا دیا۔ اسے اس سے کافی کچھ کہنا تھا، مگر یہاں نہیں۔ کسی کے سامنے نہیں۔ اب کے اس نے نگاہیں پھیر کر حسنہ کو دیکھا۔ وہ انہی خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ایمان اگلے ہی پل اس کی جانب بڑھی۔

"السلام علیکم حسنہ۔ کیسی ہو؟"

"میں ٹھیک ہوں، آپ کیسی ہیں؟"، اس نے کہتے ہوئے ایک نظر اس سنہری بھوری سی شال کو دیکھا جو ایمان نے اوڑھ رکھی تھی۔ یہ وہی شال تھی جو اس نے دی تھی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں۔"

اور پھر وہ سب کامل کے گھر کی جانب روانہ ہو گئے تھے۔

***

www.novelsclubb.com

ڈھلتی مغرب کا سمے تھا۔ ہر ایک شے جامنی سے مدھم اندھیرے میں ڈوبی نظر آتی تھی۔ یہ ایک پارک کا منظر ہے۔ پولز کی زرد روشنی میں پارک روشن تھا۔ اسی روشنی تلے بچھے گھاس کے قطعے پر ایک طرف دو لوگ بیٹھے تھے۔ ایمان اور روحان۔۔۔

وہ خاموش تھی۔ روحان کہہ رہا تھا۔

"میں نے کافی بار تمہیں کال کی، ایمان۔ مگر تم نے میری کالز پک نہیں کیں۔ میں بس تمہاری خیریت جاننا چاہتا تھا۔"

"میرا موبائل اس رات ہی ٹوٹ گیا تھا۔ سم میرے پاس تھی مگر آن نہیں تھی۔"، اس نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔ چند پل خاموشی سے سرکے۔ کہ تب ہی ایمان کی آواز ابھری۔

"میں تم سے معافی مانگنا چاہتی ہوں، روحان۔ میری وجہ سے تمہارے ساتھ یہ سب ہوا۔ آئی ایم۔۔۔"

"اسٹاپ۔ میں نے کب کہا تم سے کہ معافی مانگو؟ ایک چھوٹی سی چیز ہے، چھوٹی سی بات ہے۔ کہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جو وہ چاہے گا، وہی ہوگا۔ یہ چھوٹی سی بات کسی کو سمجھ کیوں نہیں

آتی؟"، بولتے ہوئے ایک دم سے اس نے سر جھکایا۔ چند پل چپ رہا، پھر جب بولا تو آواز میں کرچیاں شامل تھیں۔ "وہ وقت بہت مشکل تھا، ایمان۔ بہت زیادہ۔ مگر سب تکالیف کے بعد بھی میں اس سب کا ذمہ دار کبھی بھی تمہیں یا رضا کو نہیں ٹھہرا پایا۔ جانتی ہو کیوں؟"

ایمان نے تیز ہوتی دھڑکنوں اور دہکتے رخساروں کے ساتھ سر ہولے سے نفی میں ہلایا۔

"کیونکہ جو ہوا، وہ میری غلطی کی وجہ سے ہوا۔ اس رات میرا ایکسیڈنٹ نہ تمہاری وجہ سے ہوا تھا نہ رضا کی وجہ سے۔ وہ میری اپنی غلطی تھی۔ غلطی کا خمیازہ تو بھگتنا تھا ناں پھر؟"، اس کے بولنے پر ایمان اسے یونہی کم فہمی سے دیکھے گئی۔ اسے اس کی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟"

www.novelsclubb.com

روحان کی بھوری آنکھوں میں یکدم ہی وہ تمام مناظر جھلملائے۔ اس نے اگلے ہی پل گھاس پر رکھی اپنی دونوں مٹھیاں بھینچیں۔ اسے وہ سب یاد آیا۔ وہ فجر کی گونجتی اذانوں کی سماعت میں گھلتی آوازیں۔۔۔ تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑتی وہ گاڑی۔۔۔ داہنے جانب سے تیزی سے آتا وہ دیوہیکل ٹرک۔۔۔ اس سے ٹکرانا۔۔۔ گاڑی کے ساتھ اڑ کر کہیں دور جا گرنا۔۔۔ اس کے

سر اور پورے جسم میں اٹھتی وہ ناقابل برداشت درد کی ٹیسیں۔۔۔ماتھے سے بہتا وہ گاڑھا سرخ خون۔۔۔اس کی آنکھوں کے آگے چھاتا وہ خوفناک اندھیرا۔۔۔

سب ہی تو یاد تھا اسے۔ بھولا کیا تھا وہ؟

"بس اتنا جان لو کہ جو ہوا، اس میں تمہاری غلطی نہیں تھی۔ میری تھی۔ مگر میں اس پر خود کو ملامت نہیں کرتا۔ کیونکہ مجھے وہاں اس سڑک پر، اس ٹرک کے عین سامنے۔۔۔اس روز میری قسمت لے کر گئی تھی۔ جب قسمت بنانے والے سے کوئی شکوہ نہیں کر رہا تو قسمت سے کیونکر کروں؟"، وہ بول کر خاموش ہوا تو ایمان شل اور ساکت سی اسے دیکھے گئی۔ اسی پل اس کے بائیں جانب سے حسنہ چلتی ہوئی ان دونوں تک آئی۔ وہ ان کے ساتھ ہی یہاں آئی تھی پھر انہیں بات کرنے دینے کی خاطر ایک طرف کو چلی گئی تھی۔ ایمان کو ساکت دیکھ وہ ان تک پہنچ کر ٹھہری۔ ایمان نے بہت دھیرے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ۔۔۔یہ کیا کہہ رہا ہے، حسنہ؟"، اس نے بمشکل پوچھا۔

"سچ۔"، اور حسنہ نے بس ایک لفظ کہا تھا۔

www.novelsclubb.com

***

چھ ماہ بعد۔۔۔

ڈھلتے دن کا وقت تھا۔وہ کمرے میں ادھر سے ادھر چکر کاٹ رہی تھی۔چہرہ پہلے سے قدرے ہشاش بشاش لگتا تھا۔سبز رنگ کی کرتی کے ساتھ ہم رنگ ٹراؤزر زیب تن کیے، گیلے بالوں کو ہالف کر کے کیچر میں مقید کیے،وہ مضطرب سی لگتی تھی۔ تبھی باہر سے ہارن کی تیز آواز آئی تو وہ پیروں میں چپل اڑستی تیزی سے کمرے سے نکلتی پورچ کی جانب دوڑی۔

باہر پورچ میں کھڑی گاڑی سے یکے بعد دیگرے دو لوگ نکلے تھے۔سیاہ عبایوں اور نقاب میں ملبوس دو عورتیں۔ایمان دہلیز پر کھڑی ہو کر پل بھر کو ساکت ہوئی تھی۔وہ انہیں تقریباً ڈیڑھ سال بعد دیکھ رہی تھی۔ان میں سے ایک نے چہرہ پھیر کر اسے دیکھا،اور پھر جیسے وہ سب چھوڑ چھاڑ کر تیزی سے اس کی جانب دوڑی تھیں۔اس کے قریب پہنچ کر انہوں نے اسے زور سے خود میں بھینچا تھا۔

www.novelsclubb.com

"میری بچی۔ تم ٹھیک ہو؟"، وہ گھٹتے لہجے اور بھاری ہوتے دل کے ساتھ اس سے پوچھ رہی تھیں۔ ایمان نے ان کی پشت تھپک کر سر اثبات میں ہلایا۔

"بالکل ٹھیک ہوں میں۔ آپ کیسی ہیں؟"، وہ انہیں خود سے دور کرتے، شانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ رضیہ نے سر ہلادیا۔ وہ اس کے چہرے کے ہر ایک نقش پر ہاتھ پھیرتی جارہی تھیں۔ کتنے وقت بعد چھوا تھا ناں انہوں نے اسے۔ ایمان کے پیچھے سے نتاشہ اور فائقہ بھی نکل آئی تھیں۔ اب وہ آگے بڑھ کر رضیہ اور فاطمہ سے مل رہی تھیں۔ ایمان بس نم پڑتی آنکھوں اور مسکراتے چہرے کے ساتھ ان سب کو تکتی جارہی تھی۔ اس نے آج کے دن کو کبھی تصور نہیں کیا تھا، کبھی نہیں سوچا تھا، کبھی نہیں چاہا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس کا دل ان سے ملنے کو نہ چاہتا تھا، بس یہ تھا کہ اسے اپنی ذات کی الجھنوں نے کچھ اور سوچنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا تھا۔

کچھ دیر بعد دیکھا جاتا تو لاؤنج میں خوب رونق جمی نظر آتی۔ ایک جانب صوفے پر ایمان اور رضیہ بیٹھی تھیں۔ ان کے برابر والے صوفے پر نتاشہ اور فاطمہ کے ساتھ فائقہ بیٹھی تھیں۔ خوش گپیوں کے دوران ایک دم ہی رضیہ خاموش ہوئی تھیں۔ ایمان نے ان کا یوں خاموش ہونا نوٹ

کیا، مگر پوچھنے کو بعد کے لیے رکھ کر اس نے ذہن کو مصروف کر لیا۔ اسی پل آدم کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے دو سالہ ریان کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ چہرے پر بشاشت تھی۔ اسے دیکھتے ہی رضیہ فوراً سے اٹھ کر اس کے گلے لگی تھیں، اور پھر نجانے کتنی ہی دیر لگی رہی تھیں۔ وہ مسکراتے ہوئے جھکا ہوا، ان کا سر چوم رہا تھا۔ کتنے مکمل لگتے تھے ناں یہ سب ایک دوسرے کے ساتھ۔

***

رات کے پہر اوپری منزل کے لاؤنج میں خوب رونق جمی تھی۔ آدم ابھی ابھی اٹھ کر سونے کے لیے گیا تھا کہ اسے صبح آفس جانا تھا۔ ریان بھی ساتھ ہی گیا تھا۔ باقی وہ پانچوں گپ شپ کر رہی تھیں۔ سب کے چہروں پر اطمینان بھری مسکراہٹ تھی۔ رضیہ کے ایک طرف ایمان بیٹھی تھی تو دوسری طرف نتاشہ۔ انہیں وہ خوب بھائی تھی۔ کیا خوبصورت شخصیت کی مالک تھی وہ۔ وہ فون پر تو اس سے کافی بار بات کر چکی تھیں مگر ملی آج تھیں۔

www.novelsclubb.com

کافی دیر بعد سب کو نیند کے جھونکے آنے لگے تو سب نے ہی اپنے اپنے کمروں کا رخ کیا۔فاطمہ مزید باتیں کرنے کے لیے ایمان کے کمرے میں چلی آئی تھی جبکہ رضیہ دوسرے کمرے میں تھیں۔وہ دونوں پلنگ پر بیٹھی پرانی باتیں یاد کر رہی تھیں جب دروازہ ہلکے سے کھٹکھٹایا گیا تھا۔

"آجائیں۔"،ایمان نے یونہی بیٹھے بیٹھے صدا لگائی تو رضیہ اندر داخل ہوئیں۔انہیں آتا دیکھ ایمان خفگی سے سیدھی ہوئی۔

"دستک دینے کی کیا ضرورت ہے امی؟"

وہ محض مسکرادیں۔پھر آکر پلنگ پر بیٹھ گئیں۔

"تمہارے ابو تم سے ملنا چاہتے ہیں،ایمان۔"،چند پلوں کی خاموشی کے بعد وہ بولیں تو ایمان جیسے ساکت سی ہو گئی۔

"مجھ سے؟ کیوں؟"،پھر حیرت سے سینے پر دستک دیتے پوچھا۔

www.novelsclubb.com

"اللہ جانے۔شاید وہ تم دونوں کے درمیان سب صحیح کرنا چاہتے ہیں۔یا پھر شاید کوئی اور مقصد ہے ان کا۔مجھے نہیں پتا۔"،ایمان خاموشی سے انہیں دیکھے گئی۔فاطمہ بھی اسی خاموشی سے کبھی ایمان کو دیکھتی تو کبھی رضیہ کو۔

"مجھے نہیں ملنا ان سے۔"،یکدم ہی اس کی آواز ابھری تو رضیہ نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔فاطمہ بھی ذرا حیرت زدہ تھی۔

"مگر کیوں؟"،فاطمہ نے پوچھا تو ایمان نے اسے دیکھا۔

"کیونکہ مجھے اپنا ذہنی سکون بہت پیارا ہے۔میں نے بہت مشکلوں سے خود کو سنبھالا ہے۔میں واپس سے اسی دلدل میں نہیں جانا چاہتی۔"،وہ بے حد سنجیدہ تھی۔

"مگر وہ باپ ہے تمہارا۔رشتہ تو ختم نہیں ہو سکتا ناں اس سے؟"،رضیہ نے ذرا سمجھانے والے انداز میں کہا تو اس نے سر اثبات میں ہلا یا۔

"مجھے رشتہ ختم کرنا بھی نہیں ہے۔مگر بات یہ ہے کہ اب نبھانا بھی نہیں ہے بس۔خود کو اور نہیں گھسنا۔کیا میرا خوشیوں پر حق نہیں ہے،امی؟کیا میرا حق نہیں ہے کہ سب کی طرح میں

بھی ذرا سا سکون سے سانس لے سکوں؟"، اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ رضیہ نے آگے بڑھ کر یکدم ہی اسے خود سے لگایا۔ وہ ان کے شانے پر ٹھوڑی ٹکائے چند گہری گہری سانسیں لیتی آنکھوں کی نمی دھکیلنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اتنا سر پر سوار کیوں کرتی ہو ہر چیز کو، ایمان؟ مشکل چیز کو مزید مشکل بنا دیتی ہو اپنی حساسیت سے۔"، فاطمہ نے اب کے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے دھیرے سے پوچھا تو ایمان نے رضیہ سے الگ ہوتے ہوئے اسے دیکھا، پھر شانے لاعلمی کے سے انداز میں اچکا دیئے۔

"میری فطرت ہے یہ۔ خود کو تو بدل سکتی ہوں مگر فطرت کیسے بدلوں؟"، اس کے کہنے پر فاطمہ نے بے بسی سے سر ہلایا۔

"اچھا بس۔ نہیں ملنا تو مت ملو۔ اپنے سر پر سوار نہ کرو بس۔ جب دل مانے ملنے کو تو مل لینا۔"، رضیہ اب کے ذرا مسکرا کر بولیں تو وہ بھی مسکرا دی۔

***

www.novelsclubb.com

آج وہ یونیورسٹی سے واپسی پر بہت خاموش سی تھی۔آدم نے ایک دو بار اس سے وجہ پوچھی مگر اس کے نہ بتانے پر اس نے زیادہ نہیں کریدا۔

وہ چہرہ کھڑکی کی جانب موڑے درخت کی لمبی قطاروں کو پیچھے ہی پیچھے جاتا دیکھ رہی تھی۔اس کے ذہن میں ایک شخص کا چہرہ ابھر ابھر رہا تھا۔

(کیا تم مجھ یاد کرتے ہو گے؟

تیزی سے بڑھتی زندگی کے نہ رکنے والے پہلوؤں کے بیچ۔۔۔

مشکلوں اور آسانیوں کے درمیان؟)

اس نے یونہی سر اٹھائے آسمان کو دیکھا۔آج ارتضیٰ کی سالگرہ تھی۔اسے یاد تھا۔دماغ میں بس وہی ایک شخص چل رہا تھا۔

(کہیں اپنے رستے جاتے ہوئے

کہیں میرے رستے آتے ہوئے؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کبھی کسی پرانی یاد کی طرح

تو کبھی بس ایک خواب کی طرح؟)

اس کی زندگی میں تو اور بھی لوگ آ گئے ہوں گے۔شاید اس نے ایمان سے موو آن کر لیا ہو۔یا شاید وہ اسے بے وفا اور ڈرپوک سمجھتا ہو جو اپنی محبت کے لیے اسٹینڈ تک نہیں لے سکی۔

(جیسے یونہی بیٹھے بیٹھے کیا کبھی تمہارے ذہن سے یہ خیال گزرتا ہے کہ ایک میں بھی تھی؟جو تمہیں مسکراتا دیکھتی تھی تو اس کا دل سرشار ہو جایا کرتا تھا۔جو تمہیں اداس دیکھتی تھی تو تمہارے دکھ میں خود بھی گھلنے لگتی تھی۔)

اب تو وہ میسج بھی نہیں کرتا تھا۔نہ کالز نہ ہی کچھ اور۔اسے بے اختیار ہی اپنی سالگرہ پر آیا وہ ہیپی برتھڈے کا میسج یاد آیا۔وہ یونہی کبھی کبھی سوچتی تھی کہ کیا ممکن تھا کہ وہ میسج ارتضیٰ نے کیا ہو؟

(کیا تم کبھی سوچتے ہو کہ دو آنکھیں ایسی بھی تھیں جو سارا وقت تمہیں ستائش سے دیکھتی رہتی تھیں؟

صرف تم سے ایک نظر ملانے کو۔۔۔

چند لفظ کہنے کو، چند باتیں کرنے کو۔۔۔)

اس کی سیاہ آنکھوں میں نمی آ جمع ہوئی تو اس نے سر جھکائے آنکھیں پونچھیں۔اسے کیوں لگتا تھا کہ وہ اسے بھولنے لگی ہے؟ایسا تو کچھ بھی نہیں تھا۔وہ تو کبھی اس کے ذہن سے محو ہوتا ہی نہیں تھا۔

(جو یونہی سانس لیتے ہوئے اب بھی سوچتی ہیں۔۔۔

کہ کہیں کسی موڑ یا کسی سڑک پر تم یونہی نظر آ جاؤ

کہیں کسی سمت سے تمہاری آواز آ جائے۔۔۔

کہ ہاں تمہیں میں یاد ہوں!)

اس نے کھڑکی پر رکھے اپنے دونوں ہاتھوں کو دیکھا۔پھر یونہی ہاتھ پھیر کر ہتھیلی کی لکیروں کو دیکھا۔کیا کہنے والے سچ کہتے تھے کہ ان لکیروں میں ہماری قسمت پنہاں ہوتی ہے؟کیا ایسا واقعی ہوتا ہے؟

(اس نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے ایک نظر اپنے لکھے الفاظ کو پڑھا۔ پھر نم آنکھوں کے ساتھ فائل سیو کرتی لیپ ٹاپ بند کر کے بستر تک چلی آئی۔ اسے آج بھی نیند پتا نہیں کب آنی تھی۔ بعض لوگ یہ بھی نہیں سمجھ پاتے کہ انہیں وقت پر بھرپور نیند آ جانا کتنی بڑی نعمت ہے۔ جن کی راتیں آنکھوں میں گزرتی ہیں، ان کے لیے محض نیند ہی کتنی بڑی نعمت ہوتی ہے۔)

***

وقت پر لگا کر اڑ رہا تھا۔ ہر ایک شے اور انسان کو اپنے ساتھ لیے تیز رفتاری سے بڑھ رہا تھا۔ اسے اپنی پہلی کہانی مکمل کرنے میں تقریباً دو سال لگے تھے۔ اس کے بعد اس نے مزید کہانیاں بھی لکھی تھیں۔ اس کے قارئین کی تعداد تیزی سے بڑھ رہی تھی۔ ساتھ ہی اس کی گریجوئیشن مکمل ہوئی تو اس نے ایک نجی کمپنی میں جاب بھی ڈھونڈ لی۔ ہر شے اپنے ڈگر پر چل رہی تھی۔ اس سب میں کب چھ سال گزر گئے، پتا ہی نہیں چلا۔ سب کی زندگیوں میں اپنی اپنی نئی مصروفیات تھیں۔ کامل اور میرال کی رخصتی ہو چکی تھی اور وہ کینیڈا شفٹ ہو چکے تھے۔ مگر ہر

کچھ ماہ میں تھوڑے وقت کے لیے یہاں رکنے آیا کرتے۔ حسنہ اور روحان ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کر رہے تھے۔ ثمرین کا نکاح ہو چکا تھا اور ابھی کچھ ہی وقت میں اس کی رخصتی تھی۔

غزل نے واپس سے رؤوف صاحب کا چینل جوائن کر لیا تھا۔ ارحم اور ارحہ زیادہ تر ضوفی اور ثمرین کے ساتھ ہوتے۔ ایسے ہی ایک روز غزل جاب سے واپسی پر ان کو ارشد صاحب کے گھر سے پک کرنے گئی تو ضوفی نے اسے کھانے پر روک لیا۔ کھانے کے بعد جب وہ گھر جانے کی تیاری کرنے لگی تو وہ اس سے کچھ بات کرنے کے لیے اسے بالکونی میں لے آئی۔ ریلنگ تھامے، رات کے سیاہ آسمان کو تکتے ہوئے غزل دھیما سا مسکرا رہی تھی۔

"بابا نے تم سے بات کی؟"، ضوفی نے اس کا چہرہ دیکھتے ہولے سے پوچھا تو غزل نے اسے ایک نظر دیکھا۔ وہ پہلے سے کافی حد تک بہتر ہو گئی تھی۔ اندر کو دھنسے گال اب بھر گئے تھے۔ سکون وہ سب سے بڑی شے تھی جو اس کے چہرے کا اب طواف کیے رکھتی تھی۔

"کون سی بات؟"، اس نے چہرہ پھیرتے لاعلمی سے پوچھا۔

"حائم کے متعلق۔"، ضوفی نے چہرہ جھکائے آہستہ سے کہا تو غزل نے تلخی سے سر جھٹکا۔

"ہاں کی تھی۔"،اس کا لہجہ بے نیاز تھا۔

"تو کیا کہا تم نے؟"،ضوفی نے تجسس کے مارے پوچھا تو غزل نے ابرو اچکائی۔

"کیا جواب دیا ہو گا میں نے؟ کیا تم نہیں جانتی؟"،اس کی ہیزل آنکھوں میں ہلکی، بالکل ہلکی سی نمی اتری تھی۔ ریلنگ پر رکھا ہاتھ لمحے بھر کو لرزا۔

"تم کسی کو چانس دے کر کیوں نہیں دیکھتی، غزل؟ ضروری تو نہیں کہ وہ برا ہو۔"،ضوفی نے اس کے اسی ہاتھ پر ہاتھ رکھتے اسے نرمی سے دبایا۔

"میں نے کب کہا کہ وہ برا ہو گا؟ بس بات یہ ہے کہ وہ مجھے اچھا نہیں لگے گا۔"،اس نے نہایت سادگی سے جواب دیا تو ضوفی چند پلوں تک اسے دیکھے گئی۔ پھر جب بولی تو آواز مدھم تھی۔

"وہ بچوں کو قبول کرنے کے لیے بھی تیار ہے، غزل۔ اس سے اچھی بات اور کیا ہو گی؟"،غزل نے ایک بے بسی بھرا سانس خارج کیا اور اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا۔

"میری زندگی اور میرے دل میں محبت کے لفظ پر صرف ایک ہی شخص کا نام ابھرتا ہے، ضوفشاں۔ وہ نہیں ہے مگر اس کی موجودگی محسوس ہونا بند نہیں ہوتی۔ میں اس کے علاوہ کبھی

کسی کو اس اونچی مسند پر نہیں بٹھا سکتی۔ تو حائم تو کیا، کوئی بھی آجائے، میں رمیص کی جگہ اسے نہیں دوں گی۔"، اس نے جس تڑپ سے، جس لاچاری سے یہ کہا تھا، اس کا چہرہ اور آنکھیں گواہ تھیں کہ صرف یہ ذکر ہی اسے کتنی تکلیف سے دوچار کرتا تھا۔ ضوفشاں نے اس کے رخسار پر ہاتھ رکھا اور ہلکے سے تھپکا۔

"تو ساری زندگی اکیلی رہو گی کیا؟ بچے تمہارے ساتھ ہیں مگر انسان کو ایک ہمسفر کی ضرورت تو رہتی ہے زندگی کے اتار چڑھاؤ میں۔"، اس نے نم آنکھوں سے اسے منانے کی خاطر کہا تو غزل نے سرعت سے نفی میں سر ہلایا۔

"اور جس ایک ہمسفر کی ضرورت ہے مجھے، وہ صرف رمیص ہے۔ تم سمجھتی کیوں نہیں، ضوفی؟ مجھے دنیا کے ساتھ سے سروکار نہیں، مجھے رمیص کے ہمراہ جنت کا دائمی ساتھ چاہیے۔ دنیا کی زندگی تو آج یا کل ختم ہو جائے گی۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں۔"، اس نے بھاری ہوتے لہجے کے ساتھ سر جھکایا تو کئی آنسو پلکوں کی باڑ توڑتے گالوں پر لڑھک گئے۔ کچھ لوگوں کو بھلایا نہیں جا سکتا۔ نہ ان کی جگہ کسی کو دی جا سکتی ہے نہ ان کی یادیں فراموش کی جا سکتی ہیں۔

www.novelsclubb.com

"میرا فیصلہ اٹل ہے۔ آخری۔ میں رمیص کی جگہ کبھی کسی کو نہیں دوں گی۔ میں اس دنیا میں صرف اپنے بچوں کے لیے رہنا چاہتی ہوں۔ باقی میرا جنت کا ساتھی تو میرا منتظر ہے ناں۔"، اس نے ہاتھوں کی پشت سے آنسو رگڑے۔ ضوفی یونہی اسے دیکھے گئی۔ اسے اس پر ترس نہیں آتا تھا۔۔۔ اسے ہمیشہ اس پر رشک آتا تھا۔

رمیص اور غزل کی محبت رشک کیے جانے کے ہی قابل تھی۔

***

وہ گھر پہنچی تو بہت بجھی بجھی سی تھی۔ ثمرین تھکاوٹ سے چور بس اس کے گھر آنے ہی کی منتظر تھی۔ اس کے آتے ہی وہ سونے چلی گئی تو وہ لان میں چلی آئی۔ سیاہ بال کھول کر پشت پر بکھیر رکھے تھے۔ چہرہ خاموش تھا۔ نگاہوں کے آگے چند روز پہلے کا ایک منظر گھوما تو اس نے سر جھٹکتے اپنا ذہن ادھر سے ہٹایا۔ مگر وہ منظر اور وہ باتیں ایسی تھیں کہ بھلائے نہ بھولتی تھیں۔

تقریباً ایک ہفتہ قبل۔۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس دن زید اپنی فیملی کے ہمراہ اس کی طرف آیا ہوا تھا۔لاؤنج میں رونق سی تھی۔ارشد اور صوفی بھی یہیں آئے ہوئے تھے۔

"آپ سے کچھ بات کرنی ہے، بھابھی۔"، تب ہی شمع اس کے کان کے پاس جھک کر ہولے سے بولی تو اس نے رخ اس کی جانب موڑا۔

"ہاں ہاں کہو۔"

"وہ۔۔۔ باہر چلتے ہیں ناں۔ بات کچھ ایسی ہے دراصل۔"، وہ انگلیاں مروڑتے ہوئے اضطراب سے بولی تو غزل ذرا نا سمجھی سے سر ہلاتی اس کے ساتھ لان میں چلی آئی۔لان میں آتے ہی اس نے گھر کے اندرونی دروازے کی جانب پشت کر کے اپنا نقاب کھینچ کر نیچے کر دیا۔وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کرسیوں پر براجمان ہو گئیں تو شمع نے گلا کھنکارا۔

"کچھ روز سے میں اور زید ایک بات سوچ رہے تھے، بھابھی۔آپ برا مت مانیے گا اور تحمل سے میری بات سنیے گا۔"،اس نے بات کا آغاز کیا تو غزل ٹھہر سی گئی۔اس کی آنکھوں میں سوال تھا۔

"چھ سال ہو گئے ہیں، بھابھی۔ آپ ینگ ہیں۔ ارشد انکل نے زید سے کچھ وقت پہلے کہا تھا کہ وہ آپ کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں شاید خوف تھا کہ ہم کیا سوچیں گے اس بارے میں۔ تو اسی لیے۔۔۔"، اس نے آنکھیں میچ کر گویا ہمت مجتمع کی۔ "میں اپنے اور زید کی طرف سے آپ سے بس یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ہمیں کوئی اعتراض، کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ آپ کی زندگی ہے۔ آپ کو پورا حق ہے اپنے لیے فیصلہ کرنے کا۔ اور ہم ہر صورت میں آپ کے ساتھ ہیں۔ جہاں تک بات ہے بچوں کی تو وہ آپ کے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی فکر مند نہیں ہونا۔"

غزل بس ساکت سی اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اتنی لمبی بات، اس کی رائے جانے بغیر؟ نجانے کتنے پل بیتے کہ وہ کچھ کہنے کے قابل ہوئی۔

www.novelsclubb.com

"بات میری ہو رہی ہے ناں، شمع؟ میری مرضی کی؟ میری زندگی کی؟ میرے فیصلے کی؟ تو مجھ سے کیوں نہیں پوچھ رہا کوئی؟"، اس کے لہجے میں خفگی تھی۔ شمع خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔

"میرا فیصلہ یہ ہے کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔ میں ہمیشہ رمیص کی بیوی رہنا چاہتی ہوں۔ مجھے اس کے علاوہ کوئی نہیں چاہیئے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا مجھے۔"

شمع کے چہرے پر نجانے کیوں ایک اطمینان سا پھیلا۔وہ دھیما سا مسکرائی۔پھر آگے بڑھ کر غزل کا ہاتھ تھپتھپایا۔

"اوکے۔مگر یاد رکھیے گا۔ہم آپ کے ہر فیصلے میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں۔"،غزل نے بس سر ہلا دیا۔اس کو مزید کچھ نہیں کہنا تھا۔

حالیہ دن۔۔۔

اس نے جیسے بہت تھک کر گردن دائیں سے بائیں، بائیں سے دائیں ڈھلکائی۔وہ بہت تھکان کا شکار لگتی تھی۔یہ سب باتیں اس کے لیے مشکل تھیں۔شمع کے چہرے کے وہ تاثرات اسے نہیں بھولتے تھے۔مگر خیر۔یہ وقت بھی گزر ہی جائے گا۔

www.novelsclubb.com

***

ڈھلتی دوپہر کے سمے ہسپتال کا یہ حصّہ قدرے خاموش تھا۔یہاں اکادکا لوگ نظر آتے تھے۔ ایسے میں ایک کمرے کی طرف کوئی جاتا ہوا نظر آیا۔وہ ایمان تھی۔پہلے سے کافی الگ۔چہرے سے اس کی عمر لگ بھگ چوبیس پچیس سال لگتی تھی۔چہرے کے گرد اسکارف باندھ کر شانوں

پر پھیلائے، وہ سیاہ رنگ کی پیروں کو چھوتی فراک میں ملبوس تھی۔ چال میں ایک سنجیدگی بھرا رعب تھا۔ ایک کاندھے پر اپنا پرس لٹکائے وہ کمرے کے باہر پہنچ کر رکی، پھر ہولے سے دروازے پر دستک دی۔

اندر سے اگلے ہی پل داخل ہونے کی اجازت دی گئی تو وہ دروازہ کھول کر اندر ہوئی۔ سامنے ہی عین درمیان میں دیوار گیر شیشے کی مدد سے اس کمرے کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ دونوں کے علیحدہ دروازے تھے، یوں کہ دو کیبنز ہوں۔ داہنے جانب والے کیبن کا دروازہ کھول کر ہانا باہر آرہی تھی۔

زیتون رنگ کے قمیض شلوار میں ملبوس، چہرے کے گرد حجاب باندھے، وہ ایک ہاتھ میں فائلز کا پلندہ تھامے، دوسرے کاندھے پر اپنا پرس لٹکائے اس کی جانب مڑی، پھر دل سے مسکرا دی۔

"السلام علیکم۔"، ایمان بولتی ہوئی آگے آئی تو ہانا نے فائلز اس کی طرف بڑھائیں۔ کیبن کا دروازہ لاک کر کے کچھ دیر بعد وہ دونوں ہسپتال کے پارکنگ لاٹ میں گاڑیوں کی قطار کی جانب بڑھتی دکھائی دے رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ ہلکی پھلکی باتیں بھی جاری تھیں۔

اب سے کچھ منٹوں بعد دیکھا جاتا تو گاڑی درمیانی رفتار سے سڑک پر چلتی نظر آتی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایمان بیٹھی ہوئی تھی جبکہ برابر میں ہی ہانا بیٹھی چپس کھا رہی تھی۔

"کتنے دنوں بعد مل رہے ہیں ناں ہم؟"، ایمان یاسیت سے بولی تو ہانا نے سر ہلایا۔

"زندگی ہی اتنی مصروف ہو گئی ہے۔"، کہتے ہوئے اس نے ایمان کی طرف چپس بڑھائے تو اس نے پیکٹ میں سے چند چپس لے کر منہ میں ڈالے۔

"یہ تو ہے۔ اور پھر کوئی کہاں ہے تو کوئی کہاں۔ ایسے میں ملنے کا پلان بنانا ہی بے حد مشکل ہے۔"، ایمان نے موڑ کاٹتے ہوئے سر افسوس سے ہلاتے ہوئے کہا۔ "اور سب سے بڑی بات۔۔۔"، یکدم ہی کچھ یاد آنے پر وہ ذرا خفگی سے ہانا کی جانب مڑی۔

www.novelsclubb.com

"آپ تو بات بھی نہیں کرتی ہیں۔"، بول کر اس نے نگاہیں پھر سے سڑک پر جما دیں۔ ہانا کھسیانی ہو کر ہنس دی۔

"یار پتا تو ہے تمہیں۔ میں جان بوجھ کر نہیں کرتی۔ بس مصروفیات اتنی ہیں کہ موبائل اٹھاتی ہی کم ہوں، مگر بلیو می۔ جب بھی موبائل یوز کرتی ہوں، تم سے ضرور بات کرتی ہوں۔"، وہ بیچارگی سے بول رہی تھی۔ ایمان نے ہونہہ کرتے سر جھٹکا۔

"صحیح ہے بھئی صحیح ہے۔"، بولتے ہوئے اس نے ڈیش بورڈ پر پڑا فون اٹھا کر ہانا کو تھمایا۔

"ثمرین کو کال کردو۔ کہو کہ پہنچنے والے ہیں ہم۔"، ثمرین سے بات کر کے اسے مطلع کر کے اب کہ وہ پھر سے ہانا کی کلاس لینے لگی۔

"میسج پر بات کرتے کرتے کہتی ہو کہ 'میں آئی'۔ وہ تو میں سمجھدار ہوں جو سمجھ جاتی ہوں کہ اس کا مطلب ہے 'میں گئی'۔ ورنہ میری جگہ کوئی اور ہو تو تمہارے آنے کا انتظار کرتے کرتے ہی سوکھ جائے۔"، وہ بولی تو اب کے ہانا نے منہ لٹکا کر اس کی طرف چہرہ گھمایا۔ سر جھکائے، منہ پھلائے، آنکھیں ہلکی سی اٹھائے اسے دیکھتے۔

"تمہیں پتا تو ہے۔"، وہ بیچارگی سے بول رہی تھی۔"انٹرن شپ اور گھر کے کاموں میں ہی سارا دن نکل جاتا ہے۔ایک ایک سکینڈ میں موبائل رکھنا پڑتا ہے۔۔۔اچھا چھوڑو ناں۔تم یہ بتاؤ کہ جاب کیسی جا رہی ہے؟اور سب کیسے ہیں؟"

"سب اچھا جا رہا ہے الحمداللہ۔اب نئی جاب ہے یہ تو۔ایڈجسٹ ہونے میں وقت تو لگے گا، مگر ماحول اور لوگ اچھے ہیں بہت۔"، وہ تفصیل سے بتانے لگی تو ہانا نے سر ہلایا۔

***

یہ سپر ہائی وے پر موجود ایک عالیشان سا ریسٹورنٹ تھا۔جدید طرز پر سفید اور سیاہ رنگوں کے امتزاج سے بنا، تین منزلوں پر مشتمل تھا۔آسمان پر گہرے سرمئی سے بادل قافلوں کی صورت آنا جانا کر رہے تھے، سو موسم کافی خوشگوار تھا۔ہلکی ٹھنڈی ہواؤں نے چل کر مزید تازگی بکھیر دی تھی۔

یہ ریسٹورنٹ کے نچلے فلور کا منظر ہے۔ایک لمبی میز کے گرد لگی نشستوں پر وہ سب بیٹھے تھے۔ ایمان، ہانا، روحان، حسنہ، میرال، کامل، جبران، ثمرین اور التمش۔ان کی آپس میں کافی اچھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بانڈنگ ہوگئی تھی۔وہ یوں ہی ہر کچھ ماہ میں ملنے کا پلان بنایا کرتے تھے۔یوں تو کامل کی جاب کینیڈا میں تھی مگر اس کے والد کا کاروبار یہاں شفٹ ہو جانے کے باعث حائمہ اور کریم دونوں یہاں رہتے تھے۔اسی لیے کامل اور میرال کا بھی یہاں آنا جانا لگا رہتا تھا۔

اگلے ہفتے سے ثمرین کی شادی کی تقاریب شروع ہو جانی تھیں۔یہ اس سے پہلے ان سب کی آخری ملاقات تھی۔پھر ان سب نے سیدھا شادی پر ہی ملنا تھا۔خوش گپیوں کے دوران کھانا کھایا جا رہا تھا جب ہانا نے پل بھر کو سر اٹھا کر دیکھا۔اس کے مقابل بیٹھا التمش کھانے سے ہاتھ روکے،نہایت فرصت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ٹیک لگا کر سینے پر بازو لپیٹے،ہلکا سا مسکراتے ہوئے۔ ہانا نے چند پلوں تک اسے دیکھتے رہنے کے بعد پلیٹ پر سر جھکا لیا تھا۔ہر چیز سے پہلے کھانا کھانا ضروری ہوتا ہے آخر!

کھانا ختم کرتے ہی ہاتھ جھاڑتی ہوئی وہ اب کے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟"،اس کے مخاطب کرنے پر ایک پل کو التمش گڑبڑایا،مگر پھر ڈھٹائی سے مسکرا دیا۔

"آپ کو نہیں دیکھ رہا تھا، وہ تو بس ایسے ہی پلیٹ کو۔۔۔"، بالوں میں ہاتھ پھیر کر وہ فورک سے اپنی پلیٹ کا کھانا ادھر ادھر کرنے لگا تو ہانا نے ٹھوڑی تلے ہتھیلی ٹکائے بھنویں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"یہ میری پلیٹ پر نیت لگانا کب چھوڑو گے تم؟"، اس نے مسکرا کر ذرا طنزیہ انداز میں کہا تو پانی پیتی ایمان کو پھندا ہی لگ گیا۔اس کے ساتھ بیٹھی میرال نے تفکر سے اسے دیکھا جو آنکھوں میں آیا پانی انگلیوں کے پوروں پر سمیٹ رہی تھی۔ہانا نے ایک افسوس بھری نظر اس پر ڈال کر ہولے سے اس کی پشت تھپکی۔پھر واپس سے التمش کی جانب مڑی۔

"ہوں۔۔۔بتاؤ۔اپنی پلیٹ کے بجائے دوسروں کی پلیٹ میں کیوں جھانکتے ہو؟ کتنی بری بات ہے یہ!"، وہ اسی افسوس سے بول رہی تھی۔ایمان تو ایمان، اب کہ روحان، میرال اور جبران بھی ان دونوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

"ارے یونہی نظر پڑ گئی تھی۔"، التمش دانت پیس کر زبردستی کی مسکراہٹ لبوں پر سجائے بولا تو ایمان نے چہرہ جھکائے مسکراہٹ دبائی۔ہانا اب بھی سنجیدہ تھی۔

www.novelsclubb.com

"اچھا بھئی ٹاپک چینج کرو۔ نو لڑائی۔"، ثمرین ہاتھ جھاڑتی بیچ میں بولی تو سب نے اتفاق کرتے ہوئے سر ہلایا۔

"تمہاری شاپنگ ہو گئی، ثمرین؟"، میرال ذرا مسکرا کر پوچھنے لگی تو ثمرین کے رخسار ہلکے گلابی ہوئے۔اس نے بے اختیار جبران کو دیکھا تو وہ مدھم سا مسکرا رہا تھا۔

"آہاں۔ہو گئی ہے۔"، وہ مسکرا کر بولی تو ہانا نے بیچارگی سے ہتھیلی میں چہرہ بھرا اور پھر ایک لمبی تکان زدہ سانس خارج کی۔

"ان کا بھی صحیح ہے یار۔"، ثمرین سے ہوتی نظریں حسنہ اور روحان پر ٹکیں۔"تم دونوں کا بھی صحیح ہے۔اور کامل اور میرال کا بھی صحیح ہے۔"، ابھی وہ کچھ اور بولتی ہی کہ ایمان نے اس کے شانے پر تھپڑ لگایا۔

"تمہارا بھی تو صحیح ہے۔رشتے آ تو رہے ہیں تمہارے۔خود ہی منع کر رہی ہو۔"، اس کے کہنے پر التمش کے کان بے ساختگی کے عالم میں کھڑے ہوئے۔ہانا نے کن اکھیوں سے اسے ان کی جانب متوجہ ہوتے دیکھا تو ہنسی چھپانے کو منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

www.novelsclubb.com

"ہاں کیونکہ وہ میرے ٹائپ کے نہیں ہیں ناں۔"، وہ مزے سے بولی تو میرال نے اسے دیکھا۔

"اچھا تو تمہاری ٹائپ کیسی ہے؟"

"ہمم۔۔۔ میری ٹائپ ہے کوئی ہینڈسم، چارمنگ سالڑ کا۔ ٹال۔ کول۔ اسمارٹ۔۔۔ اور سب سے اہم بات۔۔۔ گانا اچھا گاتا ہو وہ بھئی۔ میں اس کے ساتھ jamming sessions کرنا چاہتی ہوں۔"، اس نے میرال کو دیکھتے ہوئے آہستہ آہستہ سب خصوصیات گنوائیں تو اس کی آخری بات پر التمش پل بھر کو ٹھہرا، پھر سر جھکا کر مسکرا دیا۔ ایمان نے ہانا کو ایک نظر دیکھ کر اگلی نظر التمش پر ڈالی۔ وہ اب سر ہلکا سا جھکائے اسے اس انداز سے دیکھ رہا تھا کہ کسی کو پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔ ایمان نے لبوں پر مسکراہٹ روکی۔

www.novelsclubb.com

کچھ دیر بعد وہ سب گھر جانے کی خاطر اٹھ کھڑے ہوئے۔ میز کے پار سے نکلتے ہوئے ہانا کا موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر یکدم زمین پر گرا تو اس نے دل پر ہی ہاتھ رکھ لیا۔ دھڑکنیں بے طرح تیز ہوئیں۔ پاس آتے التمش نے اگلے ہی پل جھک کر موبائل اٹھایا اور پھر سیدھا ہوتے ہوئے مسکرا کر اس کی سمت بڑھا دیا۔ اس نے سرعت سے موبائل تھام کر جلدی سے

اسکرین کھول کر چیک کیا۔ شکر کہ کوئی نقصان نہیں ہوا تھا۔اس نے چہرہ اٹھاتے ممنون نظروں سے التمش کو دیکھا۔

"شکریہ۔"، وہ مسکرا کر نرمی سے بولی تھی۔اور التمش تو بس اس کے انداز پر ہی ساکت ہو چکا تھا۔وہ اس کے ساتھ یوں مسکرا کر، نرمی سے بہت کم ہی بات کیا کرتی تھی۔اور آج وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ جب جب یوں نرم ہوتی تھی، تو اسے کتنی اچھی لگتی تھی۔وہ جا چکی تھی۔اور وہ ہمیشہ کی طرح ایک بار پھر چند پلوں تک اس سے ہوئی ملاقات کے سحر کے اثر میں گھرا کھڑا رہ گیا تھا۔

باہر ہانا کے ساتھ جاتی ایمان نے رخ پھیر کر اسے دیکھا۔

"ویری سوئیٹ آف یو۔"، ہانا نے چہرہ موڑ کر اسے دیکھا۔وہ ایک ابرو اٹھاتے ہوئے لبوں پر مسکراہٹ روک رہی تھی۔ہانا جان گئی تھی۔ہی ہی کرتی وہ آگے بڑھ گئی تو ایمان بھی سر جھٹک کر ہنس دی۔

***

www.novelsclubb.com

اگلے روز آسمان پر خوب بادل جمع تھے۔سیاہ و سرمئی سی چھاؤں اور ٹھنڈی تازگی بخش ہوائیں موڈ پر خاصا مثبت اثر ڈالتی تھیں۔ صبح کے آٹھ بجے کا وقت تھا۔وہ کان اور کاندھے کے بیچ فون پھنسائے گاڑی کا دروازہ کھولے اندر بیٹھ رہی تھی۔اگلی جانب بیل جا رہی تھی مگر کوئی کال پک نہیں کر رہا تھا۔آخر میں تنگ کر اس نے اسکرین کو دیکھا اور پھر پیسنجر سیٹ پر موبائل پھینک دیا۔

وہ کل رات سے ہانا کو میسجز کر رہی تھی۔اسے اس سے کال پر کچھ باتیں کرنی تھیں، مگر وہ تھی کہ نہ آن لائن آ رہی تھی اور نہ ہی کالز پک کر رہی تھی۔آخر میں بس وہی "میں آئی" کہہ کر وہ اب تک نہ آئی تھی۔اسی لیے اب وہ صبح جلدی نکلی تھی تاکہ راستے میں ہانا کی خیریت بھی دریافت کرتی ہوئی چلی جائے۔اس کا گھر یونیورسٹی کے راستے میں پڑتا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اس کے گھر کے باہر پہنچی تو دور سے ہی گیٹ پر تالا لگا نظر آیا۔لمحے بھر کو اس کا سر چکرا سا گیا۔یہ کیا؟اس نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر ادھر ادھر نظریں پھیریں تو پڑوس کے ہی ایک صاحب واک کرتے دکھائی دیے۔

www.novelsclubb.com

"السلام علیکم انکل۔ یہ ظفر انکل کی فیملی کہیں گئی ہے کیا؟"، انہوں نے ذرا ٹھہر کر سر ہلایا۔

"ہاں۔ رات میں ہی کہیں گئے تھے۔ سوٹ کیسز وغیرہ بھی لیے ہوئے تھے۔ دو گاڑیوں میں سارے گھر والے ہی کہیں چلے گئے۔"، وہ شانے اچکا کر بولے تو ایمان کا منہ کھلا کا کھلا ہی رہ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ سست روی سے گاڑی چلاتی ساتھ ہی ہانا کو کال پر کال کر رہی تھی۔ پہلے تو بیل جا رہی تھی، مگر اب تو اگلی جانب بس ایک گہرا سناٹا تھا۔

"آپ کا ملایا ہوا نمبر اس وقت بند ہے۔ برائے مہربانی کچھ دیر بعد کوشش کیجیے۔"، آپریٹر کی آواز ابھری تو اس نے تفکر سے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ نجانے سب ٹھیک تھا بھی یا نہیں؟ کہیں کوئی حادثہ ہی پیش نہ آگیا ہو۔ اس کی آنکھیں نم پڑنے لگیں تو اس نے ہاتھوں کی پشت سے رگڑ دیں۔

***

جہاز کراچی کے ایئرپورٹ پر لینڈ ہوا تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔ لوگ اب باہر نکل رہے تھے۔ اس نے چہرے پر ماسک لگا رکھا تھا۔ سر پر پی کیپ پہنے، ہاتھوں میں سوٹ کیسز اور بیگز

تھامے وہ متوازن چال چلتا اب کیب کی طرف جا رہا تھا۔ وہ قد کاٹھ میں لمبا چوڑا تھا۔ ہاتھوں پر نسوں کا ایک جال سا ابھرا ہوا تھا۔ وہ ڈگی میں سامان رکھ کر دروازہ کھول کر کیب کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا تو ڈرائیور نے گاڑی تیزی سے آگے بڑھائی۔

اب کہ اس نے ماسک اور کیپ اتار کر سیٹ پر رکھا تو اس کا چہرہ واضح ہوا۔ شہد رنگ آنکھیں۔ شہد رنگ بال۔ سپید گلابی سی رنگت۔ ہلکی بڑھی ہوئی شیو۔ اس کے چہرے پر آنکھ کے ذرا اوپر، ابرو کے نیچے کسی پرانے زخم کے نشان کا اضافہ تھا بس۔ باقی وہ ظاہری طور پر ویسا ہی تھا جیسا ہوا کرتا تھا۔ زمانے اور زندگی کی دھول اس کے چہرے پر نظر نہیں آتی تھی۔ یا تو وہ اتنا مضبوط تھا کہ اسے فرق نہیں پڑتا تھا۔ یا پھر اسے کتنا فرق پڑتا ہے، وہ یہ چھپانا اچھے سے جانتا تھا۔

www.novelsclubb.com

اس نے سنجیدہ چہرے کے ساتھ کال ملا کر فون کان سے لگایا۔ تیسری گھنٹی پر اگلی جانب سے کال اٹھالی گئی تھی۔

"ہیلو رضا۔ کیسے ہو؟"، غزل کی تازہ دم سی آواز ابھری تو وہ نرمی سے مسکرا دیا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسی ہیں؟"، اس کا لہجہ اب بھی ویسا ہی مدھم، آنچ لیے ہوئے تھا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں الحمداللہ۔ خیریت سے فون کیا؟"

"جی۔وہ۔۔۔آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔"،اس نے ہولے سے کہا۔

"ہوں۔ کہو۔میں سن رہی ہوں۔"

"ایمان اس وقت کہاں ہوگی،آپا؟"،وہ جس سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا،غزل پل بھر کو خاموش ہوئی۔پھر گلا کھنکارا۔

"کیا وہ تم سے ملنا چاہے گی؟"

"اسے ملنا پڑے گا،آپا۔اب سارے اندازے،سب کی نیتوں کے فیصلے اکیلی تو نہیں کرے گی ناں وہ۔میری طرف کی کہانی بھی تو سننی چاہئیے ناں اسے؟"،وہ جیسے ایک آس کے تحت پوچھ رہا تھا۔۔غزل نے سر ہلایا۔

"یونیورسٹی میں ہوگی وہ۔میں تمہیں لوکیشن بھیجتی ہوں۔"

اگلے کچھ منٹوں میں وہ موبائل پر لوکیشن دیکھتا ڈرائیور کو ہدایات دے رہا تھا۔گاڑی کا رخ اب یونیورسٹی کی جانب تھا۔

***

وہ کلاس لینے کے بعد اپنے کیبن میں سر ہاتھوں میں دیئے بیٹھی تھی۔اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے؟ کیسے رابطہ کرے ہانا سے؟اس نے ایک دو بار سوچا بھی کہ اسے ہانا کی طرف سے کسی پیغام یا اطلاع کا انتظار کرنا چاہیے، مگر ہائے اوور تھنکنگ!تف ہے تم پر!

وہ تھوڑی سی دیر میں ہی بہت سے اندازے لگاتی اپنا بی پی لو کر چکی تھی۔اچانک ہی اس کے سامنے میز پر پڑا اس کا فون تھرتھرایا تو اس نے سر اٹھا کر تیزی سے موبائل اٹھایا۔اسکرین پر غزل کا نام جگمگ کر رہا تھا۔اس نے کال پک کر کے فون کان سے لگایا۔

"ہیلو السلام علیکم غزل۔کیسی ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام۔میں ٹھیک ہوں۔۔۔دراصل مجھے تمہیں کچھ بتانا تھا۔"،وہ اگلی جانب سے رک رک کر احتیاط سے بول رہی تھی۔ایمان سیدھی ہو بیٹھی۔

www.novelsclubb.com

"جی بتائیں۔"، اسے کچھ عجیب سا احساس ہوا۔ یوں جیسے اس کا دل اس سے کہہ رہا ہو کہ کچھ بہت شاکنگ سا ہونے والا ہے۔

!unusual

"رضا واپس آ گیا ہے، ایمان۔ ابھی اس کی کال آئی تھی میرے پاس۔ تمہارا پوچھ رہا تھا مجھ سے۔"، اور ایمان زاویار کا سانس صحیح معنوں میں رکا۔ اس نے بے اختیار میز کا کونہ تھاما۔

"ک۔۔۔ کیوں؟"، اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی معلوم ہوئی۔

"وہ تم سے ملنے آ رہا ہے تمہاری یونیورسٹی۔ اس نے مجھ سے پتہ مانگا تھا تمہاری یونیورسٹی کا۔ میں نے دے دیا ہے۔ تمہیں اس لیے بتا رہی ہوں تاکہ تم ذہنی طور پر تیار رہو۔"، وہ بہت سنجیدگی سے بول رہی تھی اور ایمان کے پاس تو بولنے کے لیے جیسے کچھ تھا ہی نہیں۔

اس نے اگلے ہی پل کال کاٹ دی۔ پھر سن پڑتے دماغ کے ساتھ اپنا پرس، گاڑی کی چابی اور موبائل پکڑتی اپنے کیبن سے باہر نکل آئی۔ اس کے قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔ سانسیں جیسے تنگ پڑ رہی تھیں۔ باہر بہت تیز بارش ہو رہی تھی۔ گاڑی تک پہنچنے تک وہ مکمل

بھیگ چکی تھی۔ ٹھنڈ بے حد تھی۔ مگر اس کا جسم کچھ بھی محسوس کرنے سے قاصر لگتا تھا۔ چہرے کے تاثرات بتاتے تھے کہ آنسو کسی بھی وقت بہہ جانے کو تیار تھے۔ اسے بس ارتضیٰ کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے یہاں سے نکلنا تھا۔

کچھ لمحات بعد دیکھیں تو تیز برستی بوچھاڑ تلے کراچی ترسا نظر آتا تھا۔ ہر ایک شے بارش کی بوندوں کے پار دھندلائی ہوئی تھی۔ اسی برسات کے بیچ ایک سڑک پر اس کی گاڑی تیز رفتار سے چلتی جا رہی تھی۔ وائپرز تیزی سے ہلتے اگلے مرر کو صاف کرنے کی تگ و دو میں تھے۔ اسٹیئرنگ وہیل پر رکھے دونوں ہاتھ ہولے ہولے کپکپا رہے تھے۔ گاڑی ڈرائیو کرتی وہ بھی انہی کی طرح سنسنا رہی تھی۔

کہ جبھی آسمان پر زور سے بجلی کڑکی تو وہ جیسے دہل سی گئی۔ گاڑی ایک جھٹکے سے سڑک کے ایک جانب رکی۔ اس نے اسٹیئرنگ پر یونہی ہاتھ جمائے سر سیٹ کی پشت پر پھینکا۔ آنکھیں بند کرتے ہی ٹپ ٹپ بہت سے آنسو گالوں پر سے لڑھک گئے تھے۔ وہ کیا تھی؟ کیسی تھی؟ کیوں تھی؟

کیوں صرف ایک نام، ایک جملہ، ایک بات۔۔۔اسے حال سے ماضی میں لے گئی تھی؟ کیوں اس ایک انسان کی اپنی زندگی میں واپسی کا سنتے وہ یوں بے چین ہو گئی تھی؟ وہ تو بھول گئی تھی ناں اسے۔ اسے اس کو بھول ہی تو جانا چاہیے تھا اب تک! وہ خود کو کب سے یہی یقین تو دلا رہی تھی۔۔۔کہ ایمان زاویار ارتضیٰ مراد کو بھول چکی ہے۔ موو آن کر چکی ہے۔ آج اندازہ ہوا تھا کہ یہ موو آن نامی بلا اس کے لیے تو ہرگز نہیں بنی تھی۔

اس کا دل سکڑ کر پھیل رہا تھا، پھیل کر سکڑ رہا تھا۔ یہ کیسا امتحان تھا یارب! بے اختیار اس نے سر کے گرد بندھا اسکارف ڈھیلا کیا۔ اے سی کی رفتار بڑھائی۔ اسے کھل کر سانس لینا تھا۔ اسے گھٹن ہو رہی تھی۔ چہرہ موڑ کر اس نے اپنے سائیڈ مرر سے دیکھا تو بارش کی بوندیں شیشے پر سے پھسلتی نظر آئیں۔ اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھولتی باہر نکلی۔ گاڑی کو لاک کرتے اس نے قدم آگے بڑھائے۔

"تم اسے بھولی نہیں ہو کیا اب تک؟"، رضیہ کے الفاظ کانوں میں پڑے تو جیسے حلق میں ایک گرہ لگی۔ وہ بے اختیار لڑکھڑائی مگر بروقت پاس کھڑے درخت کا سہارا لیتے اس نے خود کو

www.novelsclubb.com

گرنے سے بچایا۔ وہ انہیں کیا بتاتی کہ وہ بھلا دیئے جانے والا شخص نہیں تھا۔ اسے بھولنے کے لیے ایمان کو مر کر دوبارہ زندہ ہونا پڑتا شاید! کیونکہ یہ زندگی تو اس کی یاد اور وجود کے بغیر ادھوری تھی۔

"میں تمہاری شادی کرنا چاہتی ہوں۔"، الفاظ آس پاس سے ہی کہیں گونج رہے تھے۔ اس نے انہیں منع کیا تھا کہ وہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔ کیا منع کرنے کی وجہ ارتضیٰ مراد تھا؟ نہیں! ایسا نہیں تھا! ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا! حلق میں ایک اور گرہ پھنسی۔ چلتے چلتے ایک بار پھر وہ چکرائی۔

"رضا واپس آگیا ہے، ایمان۔"، کچھ دیر پہلے غزل کے کہے الفاظ اس کے کانوں میں گونجے تو اس نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا۔ اب جا کر تو وہ سنبھلی تھی۔ اب ہی تو اس نے اپنی ذات کی ٹوٹی کرچیوں کو پوری طرح سمیٹا تھا۔ وہ اسے پھر سے توڑنے کیوں آگیا تھا؟ اتنے سال بعد! آگیا تھا تو اس سے کیوں ملنا چاہتا تھا؟

اس کی سانس اکھڑی تھی۔ اندھا دھند چلتے یکدم ہی اس کا پیر پھسلا۔ وہ گرتی ہی کہ کسی نے ایک جھٹکے سے اس کو کہنی سے سختی سے تھاما۔ اس نے بھیگی نگاہیں اٹھا کر اس جانب دیکھا۔ شہد رنگ

www.novelsclubb.com

آنکھیں سرخ پڑی، اسے تفکر سے دیکھ رہی تھیں۔ اور آہستہ آہستہ سب ساکن پڑتا چلا گیا۔ اس کی سانسیں، کپکپاہٹ اور دل کی تیز ہوتی دھڑکنیں۔ حلق کی ہر گرہ ڈھیلی پڑتی گئی۔

وہ آہستہ سے زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ وہ بھی ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے گھٹنے کے بل بیٹھا وہ اپنے اسی پرانے انداز میں سر ہولے سے جھکائے اسے دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں فکر تھی۔

"تم کیوں آئے ہو، ارتضیٰ؟"، نہایت پھنسی پھنسی سی ایک آواز اس کے گلے سے نکلی۔ ارتضیٰ اس کی کہنی چھوڑتا دھیرے سے اس ہی کے انداز میں پیر موڑے بیٹھ گیا۔ یوں جیسے کوئی عجلت نہ ہو اسے۔ جیسے آج وہ ہر بات سننے کے لیے تیار ہو۔

"میں نے پوچھا تم کیوں آئے ہو؟"، وہ ایک دم حلق کے بل چلائی۔ ارتضیٰ نے گلابی پڑتی آنکھوں سے اسے نرمی سے دیکھا۔

"تم سے وعدہ کیا تھا کہ اگلی دفعہ پہلی بار بھی گرنے نہیں دوں گا۔ کیا اس پورے عرصے میں تم پھر کبھی گری؟"، وہ اپنے اسی نرم لہجے میں بولا تو ایمان گھٹنوں پر ہاتھ رکھے سر نفی میں ہلاتے ہوئے چہرہ جھکا گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمہیں نہیں آنا چاہیے تھا، ارتضیٰ۔ میں نے ابھی ہی تو خود کو سنبھالا تھا۔"، وہ اب کے بولی تو انداز شکست خوردہ تھا۔ اس کے بدن کا پور پور تھک چکا تھا۔

"مگر میں تو واپس آنے کے لیے ہی گیا تھا ناں!"، وہ بولا تو اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں شکوہ نہیں تھا مگر ایک شکایت تھی۔

"تم جس وجہ سے بھی گئے، مگر مجھے اکیلا کر گئے تھے۔ تمہاری ماں مر گئی، تم تب بھی نہ آئے۔ باپ تڑپتا رہا، تم تب بھی نہ آئے۔ اتنے سنگدل؟ اتنے مطلب پرست؟"، وہ سر نفی میں ہلاتی بولی تو اس نے سر ہلا دیا۔ اندر کہیں دل دھاڑیں مار کر رو یا تھا۔ ایسے جیسے ایمان کے الفاظ نے دل پر پیر رکھ دیا ہو۔

"میری کہانی سنو گی؟"، اس کی ساری ملامتوں کے جواب میں وہ مدھم لہجے میں بولا تو ایمان پل بھر کو ٹھہر سی گئی۔ کیا وہ اس کی طرف کی کہانی سننے کے لئے تیار تھی؟ کیا وہ واقعی تیار تھی؟ کیا اس میں اتنی ہمت تھی؟

جاری ہے۔۔۔

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: